حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بچوں سے محبت

The e-Book of Ahlesunnat Network

مصنف علامہ سید شاہ تراب الحق قادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہمارے پیارے آقا ﷺ:

ہمارے پیارے آقا حضرت محمد ﷺ عرب کے مشہور شہر مکہ میں بارہ ربیع الاول کو پیر کے دن صبح صادق کے وقت پیدا ہوئے۔ عیسوی لحاظ سے آپ کی تاریخِ ولادت ۲۰ اپریل ۵۷۱ء ہے۔ تمام دنیا کے مسلمان حضورِ اکرم نورِ مجسم ﷺ کی ولادت باسعادت کی خوشی میں ہر سال بارہ ربیع الاول کو نہایت عقیدت و محبت سے عید میلاد النبی ﷺ مناتے ہیں۔

ہر نبی پیدائشی نبی ہوتا ہے البتہ اعلانِ نبوت وہ اس وقت کرتا ہے جب اللہ تعالیٰ کا حکم آجائے۔ آقا و مولیٰ ﷺ کا فرمانِ عالیشان ہے، ''میں اس وقت بھی نبی تھا جب کہ حضرت آدم علیہ السلام کو تخلیق نہیں کیا گیا تھا''۔(۱)

نبوت کے اعلان سے قبل بھی نبی کریم ﷺ کی ذاتِ پاک سے نبوت کی علامات ظاہر ہوئیں۔ آپ کا ارشادِ گرامی ہے، ''میری والدہ ماجدہ نے میری پیدائش کے وقت دیکھا کہ ان سے ایسا نور نکلا جس سے ملک شام کے محلات روشن ہوگئے''۔(۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم آقائے دوجہاں ﷺ کے ساتھ مکہ مکرمہ کے گردو نواح میں گئے تو ہم نے دیکھا کہ جو درخت یا پتھر رسولِ معظم نورِ مجسم ﷺ کے سامنے آتا وہ یہ کہتا، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللہ۔(۳)

سرکارِ دوعالم ﷺ کا ارشاد ہے، ''میں مکہ کے اس پتھر کو پہچانتا ہوں جو میرے اعلانِ نبوت سے قبل مجھے سلام کیا کرتا تھا''۔(۴)

نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے محبوب اور آخری رسول ہیں۔ آپ کے والد ماجد کا نام حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور والدہ ماجدہ کا نام حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا ہے۔ آپ ﷺ کے والد آپ کی پیدائش سے چھ ماہ قبل وفات پا گئے تھے۔ عرب کے رواج کے مطابق آپ ﷺ کی پرورش حضرت بی بی حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے کی۔ جب آپ ﷺ کی عمر چھ سال ہوئی تو آپ کی والدہ بھی انتقال کر گئیں اس طرح آپ بچپن ہی میں یتیم ہوگئے۔

والدین کے انتقال کے بعد آپ ﷺ کی پرورش آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے کی۔ جب آپ ﷺ کی عمر آٹھ سال ہوئی تو آپ کے دادا بھی وفات پا گئے پھر آپ کی پرورش آپ کے چچا حضرت ابو طالب نے کی۔ حضور ﷺ بچپن ہی سے کھیل کود کی طرف مائل نہ ہوئے۔ آپ فضول باتوں اور لغو کاموں سے دور رہتے۔ آپ ﷺ کے پسندیدہ اخلاق کی وجہ سے اعلانِ نبوت سے پہلے ہی لوگ آپ کو ''صادق'' (سچا) اور ''امین'' (امانت دار) کے لقب سے پکارنے لگے۔

بارہ برس کی عمر میں آپ ﷺ نے اپنے چچا کے ساتھ ملک شام کی طرف پہلا تجارتی سفر کیا پھر رفتہ رفتہ تجارتی کاموں میں آپ ان کا ہاتھ بٹانے لگے۔ آپ ﷺ ہمیشہ سچ بولتے، جب کوئی وعدہ کرتے تو ضرور پورا کرتے۔ آپ نہ تو کسی کو دھوکہ دیتے اور نہ ہی امانت میں خیانت کرتے۔ انہی اعلیٰ خوبیوں کے باعث آپ ﷺ جلد ہی ایک دیانتدار تاجر کی حیثیت سے مشہور ہوگئے۔

آپ ﷺ نے پچیس سال کی عمر میں پہلا نکاح حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کیا جو نہایت پاکیزہ اخلاق والی بیوہ تھیں۔ چالیس سال کی عمر میں آپ پر پہلی وحی نازل ہوئی۔ پھر آپ نے نبوت کا اعلان فرمایا اور دینِ حق کی تبلیغ شروع کردی۔ کفار و مشرکین آپ کے دشمن ہوگئے۔

نبوت کے تیرھویں سال آپ نے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی اور کچھ ہی عرصہ میں یہاں اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی۔ کافروں سے متعدد جنگیں بھی ہوئیں جن میں بدر، اُحد، خندق اور خیبر کی جنگیں زیادہ مشہور ہیں۔ رفتہ رفتہ عرب کے علاوہ دور دراز کے ملکوں

تک اسلام کی روشنی پھیل گئی۔

رسولِ کریم ﷺ کی ازواجِ مطہرات کی تعداد گیارہ ہے جن کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا...... حضرت سودہ رضی اللہ عنہا...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا...... حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا...... حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا...... حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا...... حضرت زینب بنت حجش رضی اللہ عنہا...... حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا...... حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا...... حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا...... حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا۔

حضور ﷺ کی اولاد مبارک کی تعداد سات ہے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا...... حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا...... حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا...... حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا۔

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ...... حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ...... حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ۔

نبی کریم ﷺ کی تمام اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئی سوائے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے جو آپ کی باندی حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے۔ بارہ ربیع الاول پیر کے دن آقا و مولیٰ ﷺ کا وصال ہو گیا۔(۵)

تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ سب انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، وہ نمازیں پڑھتے ہیں اور رزق دیے جاتے ہیں۔(۶)

آقائے دوجہاں ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے، ''جمعہ کے دن مجھ پر زیادہ درود پڑھا کرو کیونکہ اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ جو شخص بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے اسکی آواز مجھ تک پہنچ جاتی ہے خواہ وہ کہیں بھی ہو۔ صحابہ کرام نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ کے وصال کے بعد بھی؟ آپ نے فرمایا، ''ہاں میرے وصال کے بعد بھی۔ بیشک اللہ نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے''۔(۷)

والدین کی محبت و تعظیم:

آقائے دوجہاں ﷺ کا ارشادگرامی ہے، ''جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے''۔(۸) ایک شخص نے بارگاہِ نبوی میں عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! والدین کا اولاد پر کیا حق ہے؟ آپ نے فرمایا، وہ دونوں تیری جنت اور دوزخ ہیں یعنی ان کو راضی رکھنے سے تجھے جنت ملے گی اور انہیں ناراض رکھنے کا انجام دوزخ ہے۔(۹)

آقا و مولیٰ ﷺ کی تعلیمات کا خلاصہ یہی ہے کہ ہم اپنے والدین کا ادب کریں اور انکا کہنا مانیں۔ اگر وہ بوڑھے ہو گئے ہوں تو ان کی ضروریات کا زیادہ خیال رکھیں اور کوئی ایسی بات نہ کریں جو انہیں ناگوار ہو۔ ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ بھی خوش ہوتا ہے اور اسکا محبوب رسول ﷺ بھی۔

نبی کریم ﷺ کے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ آپ کی پیدائش سے پہلے وصال فرما چکے تھے۔ اس لیے آپ اپنی والدہ سے بیحد محبت کرتے تھے۔ آپ اکثر ان باتوں کو یاد فرماتے جو آپ نے اپنی والدہ کے قیام کے دوران مدینہ منورہ میں دیکھی تھیں۔ آپ جب اس مکان کو دیکھتے جہاں آپ کی والدہ ماجدہ ٹھہری تھیں تو آپ فرماتے، مجھے یاد ہے کہ اس مکان میں میری والدہ نے قیام فرمایا تھا اور آنے جانے والے یہودی میری طرف دیکھ کر کہا کرتے تھے کہ یہ اس امت کا نبی ہے اور ایک دن ہجرت کر کے یہ اس شہر مدینہ میں آئے گا۔ مجھے یہ سب باتیں یاد ہیں۔(۱۰)

تک اسلام کی روشنی پھیل گئی۔

رسولِ کریم ﷺ کی ازواجِ مطہرات کی تعداد گیارہ ہے جن کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا...... **حضرت سودہ** رضی اللہ عنہا...... **حضرت عائشہ** رضی اللہ عنہا...... **حضرت حفصہ** رضی اللہ عنہا...... **حضرت اُمّ سلمہ** رضی اللہ عنہا...... **حضرت اُمّ حبیبہ** رضی اللہ عنہا...... **حضرت زینب بنت □حش** رضی اللہ عنہا...... **حضرت زینب بنت خزیمہ** رضی اللہ عنہا...... **حضرت میمونہ** رضی اللہ عنہا...... **حضرت جویریہ** رضی اللہ عنہا...... **حضرت صفیہ** رضی اللہ عنہا۔

حضور ﷺ کی اولاد مبارک کی تعداد سات ہے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا...... **حضرت رقیہ** رضی اللہ عنہا...... **حضرت اُمّ کلثوم** رضی اللہ عنہا...... **حضرت فاطمۃ الزہرا** رضی اللہ عنہا۔

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ...... **حضرت عبداللہ** رضی اللہ عنہ...... **حضرت ابراہیم** رضی اللہ عنہ۔

نبی کریم ﷺ کی تمام اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئی سوائے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے جو آپ کی باندی حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے۔ بارہ ربیع الاول پیر کے دن آقا و مولیٰ ﷺ کا وصال ہوگیا۔ (۵)

تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ سب انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، وہ نمازیں پڑھتے ہیں اور رزق دیے جاتے ہیں۔ (۶)

آقائے دوجہاں ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے، ''جمعہ کے دن مجھ پر زیادہ درود پڑھا کرو کیونکہ اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ جو شخص بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے اسکی آواز مجھ تک پہنچ جاتی ہے خواہ وہ کہیں بھی ہو۔ صحابہ کرام نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ کے وصال کے بعد بھی؟ آپ نے فرمایا، ''ہاں میرے وصال کے بعد بھی۔ بیشک اللہ نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے''۔ (۷)

والدین کی محبت و تعظیم:

آقائے دوجہاں ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے، ''جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے''۔ (۸) ایک شخص نے بارگاہِ نبوی میں عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! والدین کا اولاد پر کیا حق ہے؟ آپ نے فرمایا، وہ دونوں تیری جنت اور دوزخ ہیں یعنی ان کو راضی رکھنے سے تجھے جنت ملے گی اور انہیں ناراض رکھنے کا انجام دوزخ ہے۔ (۹)

آقا و مولیٰ ﷺ کی تعلیمات کا خلاصہ یہی ہے کہ ہم اپنے والدین کا ادب کریں اور انکا کہنا مانیں۔ اگر وہ بوڑھے ہوگئے ہوں تو ان کی ضروریات کا زیادہ خیال رکھیں اور کوئی ایسی بات نہ کریں جو انہیں ناگوار ہو۔ ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ بھی خوش ہوتا ہے اور اسکا محبوب رسول ﷺ بھی۔

نبی کریم ﷺ کے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ آپ کی پیدائش سے پہلے وصال فرما چکے تھے۔ اس لیے آپ اپنی والدہ سے بیحد محبت کرتے تھے۔ آپ اکثر ان باتوں کو یاد فرماتے جو آپ نے اپنی والدہ کے قیام کے دوران مدینہ منورہ میں دیکھی تھیں۔ آپ جب اس مکان کو دیکھتے جہاں آپ کی والدہ ماجدہ ٹھہری تھیں تو آپ فرماتے، مجھے یاد ہے کہ اس مکان میں میری والدہ نے قیام فرمایا تھا اور آنے جانے والے یہودی میری طرف دیکھ کر کہا کرتے تھے کہ یہ اس امت کا نبی ہے اور ایک دن ہجرت کر کے یہ اس شہر مدینہ میں آئے گا۔ مجھے یہ سب باتیں یاد ہیں۔ (۱۰)

والدہ کے بعد قابلِ احترام:

نبی کریم ﷺ اپنی آیا حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا کا بھی بہت خیال رکھتے تھے جو آپ کے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی لونڈی تھیں اور جنہوں نے بچپن میں آپ کے کپڑوں کی دھلائی اور دیگر ضروریات کا خیال رکھا تھا۔ آپ ﷺ اپنی والدہ ہی کی طرح انکا ادب واحترام فرماتے تھے۔ آپ کا ارشادِ گرامی ہے، اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا میری ماں کے بعد میری ماں کی جگہ ہیں۔ (۱۸)

ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں دعا کی درخواست کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا، تم اپنی والدہ سے اچھا سلوک کرو۔ اس نے عرض کی، میری والدہ فوت ہو چکی ہیں۔ آپ نے فرمایا، پھر تم اپنی خالہ کے ساتھ بھلائی کرو۔ معلوم ہوا کہ والدین کے بعد ان کے قریبی رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرنا چاہیے۔

حضور ﷺ کی والدہ کے انتقال کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا نے آپ کی پرورش فرمائی۔ آپ کو ان سے بہت محبت تھی۔ جب ان کا انتقال ہوا تو پہلے حضور ﷺ خود کچھ دیر کے لیے انکی قبر میں لیٹے، پھر آپ نے اپنی مبارک چادر انکے کفن کے لیے عطا فرمائی۔

انہیں دفن کرنے کے بعد آپ انکے لیے دیر تک دعا فرماتے رہے پھر ارشاد فرمایا، یہ میری والدہ کی طرح ہیں، میری والدہ کے بعد انہوں نے نہایت محبت وشفقت سے میری پرورش کی۔ میں انکی قبر میں اس لیے لیٹا تاکہ میری برکت سے انہیں قبر میں کوئی تکلیف نہ ہو، اور اپنی چادر کا کفن اس لیے دیا تاکہ وہ اسکی برکت سے دوزخ کی آگ سے محفوظ رہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ آقا کریم ﷺ نے ان کی قبر پر کھڑے ہو کر فرمایا، اے میری ماں! اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ آپ میری ماں کے بعد ماں تھیں، آپ خود بھوکی رہتیں مگر مجھے کھلاتیں تھیں اور آپ کو خود لباس کی ضرورت ہوتی مگر مجھے پہناتی تھیں۔ (۱۹)

ہمیں چاہیے کہ ہم بھی اپنے والدین اور اپنے بڑوں کا ادب واحترام کریں اور ان کے انتقال کے بعد انکے لیے رحمت ومغفرت کی دعا کرتے رہیں۔ والدین کی وفات کے بعد انکے حقوق کے متعلق نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے، انکے لیے رحمت ومغفرت کی دعا کرنا، انکے کیے ہوئے وعدے پورے کرنا، انکے رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرنا اور انکے دوستوں کا احترام کرنا"۔ (۲۰)

بچوں پر رحمت:

حضور ﷺ سارے جہانوں کے لیے رحمت بن کر تشریف لائے۔ آپ جس طرح بڑوں کے لیے رحمت ہیں اسی طرح بچوں کے لیے بھی رحمت ہیں۔ آپ ﷺ بچوں پر بہت شفقت فرماتے، انہیں اپنے پاس بلاتے، ان کے سر پر محبت سے اپنے مبارک ہاتھ پھیرتے اور ان کے لیے دعا فرماتے۔ جب ننھے ننھے بچے آپ ﷺ کی خدمت میں لائے جاتے تو آپ انہیں اپنی گود میں لے لیتے اور خوب پیار کرتے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ بچے تو اللہ تعالیٰ کے باغوں کے پھول ہیں۔ (۲۱)

ایک روز اُمّ قیس رضی اللہ عنہا اپنے شیر خوار بچے کو بارگاہ نبوی میں لیکر آئیں۔ آپ نے نہایت شفقت سے اس بچہ کو اپنی گود مبارک میں لے لیا۔ اس بچہ نے پیشاب کر دیا۔ آقا کریم ﷺ نے اس پر پانی بہا دیا اور کوئی ناراضگی بھی ظاہر نہ فرمائی۔ (۲۲)

آپ ﷺ صرف مسلمان بچوں سے ہی شفقت ورحمت کا سلوک نہ فرماتے بلکہ آپ کو غیر مسلموں کے بچوں سے بھی ہمدردی تھی اسلیے آپ مسلمانوں کو جہاد پر روانہ کرتے وقت نصیحت فرماتے، خبردار! بچوں کو ہرگز قتل نہ کرنا۔

ایک اور موقع پر آپ نے فرمایا، ہر جان خدا تعالیٰ کی فطرت پر پیدا ہوتی ہے، بعد میں اسکے کافر والدین اسے کافر بنا دیتے ہیں۔(۲۳)

رحمتِ عالم ﷺ صرف انسانوں کے بچوں کے لیے ہی نہیں بلکہ جانوروں کے بچوں کے لیے بھی رحمت ہیں۔ایک شخص نے کسی پرندے کے بچے پکڑ لیے تھے۔آپ ﷺ نے اسے حکم دیا کہ ان بچوں کو وہیں رکھ آؤ جہاں سے لائے ہو۔(۲۴)

اس حدیث شریف سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جانوروں کو تنگ کرنا اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کو پسند نہیں ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کا واقعہ بیان فرمایا جس نے کنوئیں سے اپنے موزے کے ذریعے پانی نکال کر ایک پیاسے کتے کو پلایا تو اللہ تعالیٰ نے اس نیکی پر اسے بخش دیا۔صحابہ کرام نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! کیا جانوروں کے ساتھ اچھے سلوک کا اجر ملتا ہے؟ آپ نے فرمایا، ہر جاندار کے ساتھ بھلائی کا ثواب ہے۔(۲۵)

بچیوں پر رحمت:

اسلام کی روشنی پھیلنے سے قبل لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کر دیا جاتا تھا۔ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں زمانہء جاہلیت کا یہ واقعہ سنایا۔یارسول اللہ ﷺ! ہم دورِ جاہلیت میں لڑکی کو مار ڈالتے تھے۔میرے گھر ایک لڑکی پیدا ہوئی۔جب وہ کچھ بڑی ہوگئی تو میں نے اسکے قتل کا ارادہ کیا۔میں نے اسے گھر سے باہر بلایا، وہ خوشی خوشی میرے ساتھ آگئی۔

میں اسے لیکر ایک کنوئیں پر پہنچا اور اسے منڈیر پر کھڑا کر دیا۔وہ مجھے پیار سے ابا جان ابا جان کہتی رہی اور میں نے اسے دھکا دیکر کنوئیں میں گرا دیا۔یہ سن کر حضور ﷺ کی مبارک آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔آپ نے فرمایا، یہ قصہ پھر سناؤ۔اس نے یہ قصہ پھر سنایا تو آقا ﷺ اتنا روئے کہ آپ کی داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی۔(۲۶)

رحمتِ عالم ﷺ نے نہ صرف لڑکیوں کے قتل کی سختی سے ممانعت فرمائی بلکہ مسلمانوں کو یہ تعلیم بھی دی کہ لڑکی کی پیدائش پر غمگین ہونا ہرگز جائز نہیں۔اولاد لڑکا ہو یا لڑکی، اللہ تعالیٰ کی نعمت ہوتی ہے۔آپ نے لڑکیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے والوں کے لیے جنت کی خوشخبری دی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا، ''جس شخص پر بیٹیوں کی ذمہ داری ڈالی گئی اور اس نے انکے ساتھ اچھا سلوک کیا یعنی انکی اچھی تربیت کر کے نکاح کر دیے، تو یہ بیٹیاں اس کے لیے دوزخ سے بچاؤ کی دیوار بن جائیں گی''۔(۲۷)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک عورت اپنی دو بچیوں کے ساتھ میرے پاس آئی اور اس نے مجھ سے کچھ کھانے کو مانگا۔میرے پاس ایک کھجور کے سوا کچھ نہ تھا، میں نے وہی اسے دے دی۔اس عورت نے کھجور کے دو ٹکڑے کیے اور دونوں لڑکیوں کو دے دی اور خود نہیں کھائی۔

جب حضور ﷺ تشریف لائے تو میں نے یہ واقعہ بیان کیا۔آپ ﷺ نے فرمایا، جس کو اللہ تعالیٰ نے بیٹیاں دی ہوں اور وہ انکے ساتھ اچھا سلوک کرے تو وہ بیٹیاں اس کے لیے دوزخ سے بچاؤ کا وسیلہ ہو جائیں گی۔(۲۸)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ لڑکیوں کی اچھی پرورش کرنا زیادہ اجروثواب کا باعث اور نجات کا وسیلہ ہے۔

بیٹیوں کو بیٹوں کے برابر باعزت مقام دلوانا حضور ﷺ کی بچیوں پر خاص رحمت ہے۔آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''جس کے گھر لڑکی ہو اور وہ اسے زندہ دفن نہ کرے اور نہ تو اس کی توہین کرے اور نہ ہی بیٹوں کو اس پر ترجیح دے، اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل

فرمائے گا"۔(۲۹)

آپ ﷺ کا ایک اور ارشادِ گرامی ہے کہ "اپنی اولاد کو برابر درجہ دو، اگر میں کسی کو فضیلت دیتا تو لڑکیوں کو فضیلت دیتا"۔(۳۰)

ایک اور حدیث پاک میں فرمایا گیا، "اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ تم اپنی اولاد کے درمیان عدل کرو یہاں تک کہ بوسہ لینے میں بھی"۔(۳۱)

آقائے دوجہاں ﷺ کا ارشاد ہے، جب کسی کے گھر لڑکی پیدا ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو بھیجتا ہے جو آ کر کہتے ہیں، اے گھر والو! تم پر سلامتی ہو۔ یہ کمزور جان ہے جو ایک کمزور جان سے پیدا ہوئی ہے، جو اسکی پرورش اور نگہبانی کرے گا اسے قیامت تک اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل رہے گی۔(۳۲)

حضور ﷺ کی اپنی اولاد سے محبت:

آقا و مولیٰ ﷺ رحمت و محبت کا مجسم پیکر تھے۔ آپ جس طرح سارے بچوں سے محبت کرتے، ایسے ہی آپ اپنی اولاد سے بھی بیحد محبت فرماتے تھے۔ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے حضور ﷺ کے بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ انہوں نے بہت کم عمر میں وفات پائی۔ انکے انتقال سے کچھ دیر قبل نبی کریم ﷺ انکے پاس تشریف لائے اور انہیں اپنی مبارک گود میں اٹھا لیا۔ ان کی آخری سانس جاری تھی، یہ دیکھ کر رؤف و رحیم آقا ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

ایک صحابی نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! آپ رو رہے ہیں؟ فرمایا، "یہ تو محبت اور رحمت ہے۔ آنکھیں آنسو بہاتی ہے اور دل غم زدہ ہے لیکن ہم وہی کہیں گے جو ہمارے رب کی مرضی ہے۔ اے ابراہیم! ہم تیری جدائی میں بہت غمزدہ ہیں"۔(۳۳)

اُمّ المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے حضور ﷺ کے دو بیٹے اور چار بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ دونوں بیٹے حضرت قاسم اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما بچپن ہی میں وفات پا گئے تھے۔ آپ اپنی بیٹیوں حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت اُمّ کلثوم اور حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنھن) سے بہت محبت کرتے تھے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا ان میں سب سے بڑی تھیں۔ جب ان کا انتقال ہوا تو حضور ﷺ بہت افسردہ اور غمگین ہوئے۔ آپ کی مبارک آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور آپ نے فرمایا، "زینب میری سب سے اچھی بیٹی تھی جو میری محبت میں ستائی گئی"۔ آپ نے انکے کفن کے لیے اپنی چادر بھی عطا فرمائی تاکہ انہیں برکت حاصل ہو۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا بیٹا علی رضی اللہ عنہ کم عمری ہی میں وفات پا گیا جبکہ انکی بیٹی جس کا نام امامہ رضی اللہ عنہا تھا، حضور ﷺ کو بہت پیاری تھیں۔ ۸ھ میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد سے ۱۱ھ تک انکی پرورش انکے نانا نبی کریم ﷺ ہی نے فرمائی۔ ایک بار حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے ایک قیمتی انگوٹھی بارگاہِ رسالت میں بطور تحفہ بھیجی۔ آپ نے فرمایا، یہ انگوٹھی میں اسے دوں گا جو مجھے بہت پیارا ہے۔ پھر آپ نے وہ انگوٹھی حضرت امامہ رضی اللہ عنہا کی انگلی میں پہنا دی۔

آپ ﷺ کو امامہ سے اسقدر پیار تھا کہ جب وہ آپ کی گود میں ہوتیں اور نماز کا وقت آ جاتا تو آپ انہیں اپنے مبارک کندھوں پر سوار کر لیا کرتے، جب رکوع میں جاتے تو ننھی امامہ کو آہستہ سے اتار دیتے اور جب سجدے سے سر اٹھاتے تو دوبارہ کندھے پر سوار کر لیتے۔(۳۴)

نبی کریم ﷺ نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کیا تھا۔ کچھ عرصہ

بعد ۲ھ میں انکا وصال ہو گیا تو حضور ﷺ بہت غمزدہ ہوئے اور آپکی مبارک آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ انکے اکلوتے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بھی چھوٹی عمر میں ہی انتقال ہو گیا تھا۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد آپ نے اپنی تیسری صاحبزادی حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کردیا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ہی کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ کے نکاح میں نبی کریم ﷺ کی دو بیٹیاں آئیں اسلیے آپ کو ''ذُوالنورَین'' کہا جاتا ہے۔

نکاح کے چھ سال بعد حضرت اُمِّ کلثوم رضی اللہ عنہا بھی وفات پا گئیں۔ حضور ﷺ نے کفن کے لیے اپنی چادر عطا فرمائی اور خود نماز جنازہ پڑھائی۔ جب انہیں قبر میں اتارا جارہا تھا تو نبی کریم ﷺ کی مقدس آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ (۳۵)

آقا و مولیٰ ﷺ کی سب سے چھوٹی اور چہیتی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ یہ آپ کے وصالِ ظاہری تک زندہ تھیں۔ حضور ﷺ کی ان سے محبت کا اندازہ اس حدیث پاک سے لگایا جاسکتا ہے کہ ''فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے، جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا''۔ آپ کا یہ بھی ارشاد ہے، ''فاطمہ مجھے سب لوگوں سے زیادہ پیاری ہے''۔ (۳۶)

آپ ﷺ جب سفر پر جاتے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مل کر جاتے اور جب واپس آتے تو پہلے ان سے ملتے۔ ایک روایت میں ہے کہ جب فاطمہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو آپ انکے لیے کھڑے ہو جاتے اور انکا ہاتھ پکڑ کر چوم لیتے اور انہیں اپنے بیٹھنے کی جگہ بٹھاتے۔ جب آپ انکے پاس تشریف لے جاتے تو وہ بھی آپ کے لیے کھڑی ہو جاتیں، آپ کا دست مبارک پکڑ کر اسے بوسہ دیتیں اور آپ کو اپنے بیٹھنے کی جگہ بٹھاتیں۔ (۳۷)

حضور ﷺ نے آپ کا نکاح حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کردیا تھا۔ آپ کے چھ اولادیں ہوئیں۔ ایک بیٹا محسن رضی اللہ عنہ اور ایک بیٹی رقیہ رضی اللہ عنہا بچپن ہی میں فوت ہو گئے جبکہ امام حسن، امام حسین، حضرت زینب اور حضرت اُمّ کلثوم (رضی اللہ عنہم) سے آپ کی نسل آگے بڑھی۔ نبی کریم ﷺ ان سب بچوں سے بے حد محبت فرماتے تھے۔ (۳۸)

بلاشبہ حضور ﷺ ایک مثالی والد ہیں۔ آپ گھر میں کسی بات پر ناگواری کا اظہار نہ فرماتے بلکہ ہمیشہ مسکراتے رہتے۔ اگر کوئی بات طبیعت کے خلاف ہو جاتی تو اسے درگذر فرما دیتے۔ آپ کا ارشادِ گرامی ہے، ''تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے اچھا ہو اور میں اپنے گھر والوں کے لیے تم سب سے اچھا ہوں''۔ (۳۹)

امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ سے پیار:

حضورِ اکرم ﷺ کو اپنے نواسوں امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما سے بیحد محبت تھی۔ آپ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر جاتے تو فرماتے، میرے بیٹوں کو میرے پاس لاؤ۔ جب حسن و حسین رضی اللہ عنہما پاس آتے تو آپ انہیں سونگھا کرتے پھر اپنے مبارک سینے سے لگا لیتے۔ (۴۰) آپ کا ارشادِ گرامی ہے، ''یہ دونوں دنیا میں میرے دو پھول ہیں''۔ (۴۱)

ایک بار آقا علیہ السلام حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے مبارک کندھے پر سوار کیے ہوئے تشریف لارہے تھے کہ ایک صحابی نے عرض کی، بیٹا! تمہاری سواری کتنی اچھی ہے۔ آپ نے فرمایا، سوار بھی تو بہترین ہے۔ (۴۲)

دوسری روایت میں ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے کندھے پر سوار تھے اور آپ کہہ رہے تھے، اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما۔ (۴۳)

ایک بار آقا و مولیٰ ﷺ نماز کے دوران سجدے میں گئے تو ننھے حسین رضی اللہ عنہ آپ کی گردن پر سوار ہو گئے۔ آپ نے سجدہ

بہت طویل کر دیا یہانتک کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نیچے اتر آئے۔ نماز کے بعد کسی نے سجدہ طویل کرنے کا سبب پوچھا تو فرمایا، میر الختِ جگر حسین رضی اللہ عنہ میری گردن پر سوار ہو گیا تھا، مجھے اچھا نہ لگا کہ اسے اپنے سے جدا کروں اس لیے میں نے سجدہ طویل کر دیا۔(۴۴)

ایک بار امام حسین رضی اللہ عنہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ حضور ﷺ کا وہاں سے گذر ہوا۔ آپ نے لپک کر امام حسین رضی اللہ عنہ کو پکڑنا چاہا، وہ کھیل کے طور پر اِدھر اُدھر دوڑنے لگے۔ حضور ﷺ برابر مسکراتے رہے اور آخر کار امام حسین رضی اللہ عنہ کو پکڑ لیا۔ آپ نے ایک ہاتھ انکی ٹھوڑی کے نیچے رکھا اور دوسرا انکے سر پر، پھر ان کا بوسہ لیا۔ ایک اور روایت میں ارشادِ نبوی ہے، ''حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں، جو اس سے محبت رکھے گا، اللہ اس سے محبت کرے گا''۔(۴۵)

ایک دن آپ منبر پر خطبہ دے رہے تھے۔ آپ نے دیکھا کہ حسن و حسین رضی اللہ عنہما گرتے پڑتے چلے آرہے ہیں۔ آپ فوراً منبر سے اترے اور انہیں اپنی گود میں اٹھایا اور اپنے سامنے بٹھا لیا۔ پھر فرمایا، اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ ''تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہارے لیے آزمائش ہیں''۔ میں نے ان بچوں کی طرف دیکھا کہ یہ گرتے پڑتے چلے آرہے ہیں تو میں صبر نہ کر سکا اور میں نے خطبہ روک کر ان دونوں کو اٹھا لیا۔(۴۶)

آقا کریم ﷺ اپنے ان نواسوں سے اتنی محبت فرماتے کہ انکی تکلیف سے آپ بے چین ہو جاتے۔ ایک دفعہ آپ نے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے رونے کی آواز سنی تو آپ جلدی سے گھر تشریف لے گئے اور انکے رونے کا سبب پوچھا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی، ''یا رسول اللہ ﷺ! انہیں پیاس لگ رہی ہے اور اسوقت پانی موجود نہیں''۔

آپ نے پہلے امام حسن رضی اللہ عنہ کو اٹھایا اور انکے منہ میں اپنی زبان مبارک ڈال دی۔ انہوں نے زبان چوسنا شروع کی اور انکی پیاس جاتی رہی پھر آپ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو اٹھایا اور انکے منہ میں اپنی زبان اقدس ڈالی۔ انہوں نے بھی زبان مبارک چوسی اور سیر ہو کر چپ ہو گئے۔(۴۷)

ایک دن حضور ﷺ کی دو رانوں پر دونوں شہزادے جلوہ افروز تھے اور آپ دعا فرما رہے تھے، ''اے اللہ! یہ دونوں میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں، تو بھی ان سے محبت رکھ اور اس سے بھی محبت رکھ جو اِن دونوں سے محبت رکھے''۔(۴۸)

ایک روز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز عصر پڑھ کر باہر نکلے تو امام حسن رضی اللہ عنہ کو بچوں کے ساتھ کھیلتے دیکھا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے کندھے پر بٹھا لیا اور فرمایا، ''میرا باپ تم پر قربان! تم آقا کریم ﷺ سے مشابہت رکھتے ہو اور علی سے مشابہت نہیں رکھتے''۔ یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہنسنے لگے۔(۴۹)

جب امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد انکا سر مبارک ایک طشت میں رکھ کر کوفہ کے حاکم ابنِ زیاد کے پاس لایا گیا تو وہ بد بخت سر مبارک کو چھڑی مارتے ہوئے آپکے حُسن پر تنقید کرنے لگا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے کہا، ''خدا کی قسم! یہ رسول کریم ﷺ کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہت رکھنے والے ہیں''۔(۵۰)

خاندان کے بچوں سے پیار:

جیسا کہ آپ پہلے پڑھ چکے ہیں کہ حضور ﷺ کے دادا کے انتقال کے بعد آپکے چچا حضرت ابوطالب نے آپ کی پرورش کی تھی۔ ایک بار مکہ مکرمہ میں بارش نہ ہونے کے باعث سخت قحط پڑا۔ حضرت ابوطالب کی مالی حالت پہلے ہی کمزور تھی، قحط کے باعث

انکی پریشانی میں مزید اضافہ ہوگیا۔ آپ ﷺ نے چچا کے بوجھ کو ہلکا کرنے کے لیے ان سے انکے بیٹے علی کو مانگ لیا۔ اسوقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر چار یا پانچ سال تھی پھر آقا و مولیٰ ﷺ نے نہایت شفقت و محبت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پرورش اور تربیت فرمائی۔

جب نبی کریم ﷺ نے اپنے خاندان والوں کو جمع کر کے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور دینِ اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو کسی نے آپ کا ساتھ نہیں دیا۔ ایسے میں نو سال کی عمر والے بچے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھرے مجمع میں اونچی آواز سے اعلان کیا، یا رسول اللہ ﷺ! گرچہ میں کمزور ہوں اور سب سے چھوٹا ہوں لیکن میں دینِ حق کے راستے میں آپ کا ساتھ دوں گا۔ اس طرح بچوں میں سب سے پہلے ایمان لانے کا اعزاز حضرت علی کو حاصل ہوا۔ (۵۱)

نبی کریم ﷺ اپنے خاندان کے دیگر بچوں سے بھی بہت محبت کرتے تھے۔ جب جنگ موتہ میں آپکے چچازاد بھائی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ شہید ہوگئے تو آپ انکے گھر تشریف لے گئے اور انکے بچوں کو پاس بلا کر پیار کیا۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی جدائی کے غم میں آپ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ یہ دیکھ کر بچوں کی والدہ پریشان ہوگئیں اور انہوں نے پوچھا، یارسول اللہ ﷺ! جعفر کیسے ہیں؟ فرمایا، وہ شہید ہوگئے۔ یہ سن کر وہ بے اختیار رونے لگیں۔

آپ اپنے گھر تشریف لائے اور فرمایا، جعفر رضی اللہ عنہ کے گھر والوں کے لیے کھانا پکاؤ، آج وہ بہت غمزدہ ہیں۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جو اسوقت بچے تھے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں رحمتِ عالم، نورِ مجسم، حضورِ اکرم ﷺ اپنے گھر لے گئے اور اپنے ساتھ کھانا کھلایا، تین دن تک ہم وہاں رہے اور حضور ﷺ ہمارے گھر تشریف لا کر ہمارے گھر والوں کو غم اور صدمہ برداشت کرنے کا حوصلہ دیتے رہے۔ (۵۲)

بچوں کے لیے برکت کی دعا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آقا و مولیٰ ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ بچوں پر مہربان تھے اور آپ سب سے زیادہ اپنے گھر والوں پر رحم کرنے والے تھے۔ (۵۳)

مدینہ شریف میں جب کوئی بچہ پیدا ہوتا تو اس کے گھر والوں کی خواہش ہوتی کہ اسے حضور ﷺ کی بارگاہ میں برکت کے لیے لایا جائے۔ آپ ﷺ اس بچے کے کان میں اذان دیتے، کھجور چبا کر تھوڑی سی بچے کے تالو میں لگا دیتے، اسکے لیے برکت کی دعا فرماتے اور اس کا اچھا سا نام تجویز فرماتے۔ (۵۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میرا چھوٹا بھائی پیدا ہوا تو میں اسے لے کر حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ نے اسے نہایت محبت سے اپنی گود میں لے لیا پھر مدینہ شریف کی خاص کھجور منگوائی اور اسے اپنے مبارک منہ میں چبا کر نرم کیا۔ جب وہ خوب نرم ہوگئی تو اسے میرے ننھے سے بھائی کے منہ میں رکھ دیا۔ وہ مزے سے کھجور چوسنے لگا۔ آپ نے فرمایا، دیکھو کتنے مزے سے کھجور چوس رہا ہے۔ پھر آقا کریم ﷺ نے بچے کے چہرے پر اپنا برکت والا ہاتھ پھیرا اور اسکا نام عبداللہ رکھا۔ (۵۵)

علماء فرماتے ہیں کہ بچہ کو کھجور یا شہد یا کسی میٹھی چیز سے گھٹی دینا مستحب ہے اور یہ بھی مستحب ہے کہ گھٹی دینے والا نیک و صالح ہو خواہ مرد ہو یا عورت۔ اس حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نیک شخص وہاں نہ ہو تو گھٹی دلوانے کے لیے بچے کو اسکے پاس لے جانا بھی جائز ہے۔

مکہ شریف سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آنے مسلمانوں میں سب سے پہلے حضرت اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ عنہا کے گھر ایک بیٹا پیدا ہوا۔ مسلمانوں نے خوب خوشی منائی۔ آپ اسے لے کر بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئیں۔ آپ نے بچے کو اپنی گود میں لے لیا اور اپنے مبارک منہ میں ایک کھجور چبا کر نرم کی اور پھر بچے کے تالو سے لگا دی اور اسکے لیے برکت کی دعا فرمائی۔ ہم اس بچے کو اسلام کے عظیم مجاہد عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ عنہما) کے نام سے جانتے ہیں۔ (۵۶)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما حضور ﷺ کی دعائے برکت سے بچپن ہی سے دلیر اور بہادر تھے۔ وہ سات سال کی عمر میں حضور ﷺ کے دستِ مبارک پر بیعت کے لیے حاضر ہوئے، انکے ساتھ دو بچے اور بھی تھے۔ وہ بچے آگے بڑھنے سے جھجک رہے تھے مگر آپ بغیر کسی جھجک کے بیعت کے لیے آگے بڑھ آئے۔ آقا و مولیٰ ﷺ مسکرانے لگے اور فرمایا، جیسا اس کا باپ نڈر اور دلیر ہے ویسا ہی یہ بھی ہے۔

انہی کا مشہور واقعہ ہے کہ ایک بار چند بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ وہاں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گذر ہوا۔ انہیں دیکھ کر دوسرے بچے بھاگے اور اِدھر اُدھر چھپ گئے مگر یہ اطمینان سے اپنی جگہ کھڑے رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا، تم کیوں نہیں بھاگے؟ آپ نے ادب سے عرض کی، میں نے کوئی جرم نہیں کیا تھا کہ بھاگ جاتا، اور یہ راستہ اتنا تنگ بھی نہیں ہے کہ آپ کے گزرنے کے لیے مجھے جگہ چھوڑنی پڑے۔ آپ کی اس حق گوئی اور بیباکی سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے۔

علماء فرماتے ہیں کہ بچہ کو کھجور یا شہد یا کسی میٹھی چیز سے گھٹی دینا مستحب ہے اور یہ بھی مستحب ہے کہ گھٹی دینے والا نیک وصالح ہو خواہ مرد ہو یا عورت۔ اس حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نیک شخص وہاں نہ ہو تو گھٹی دلوانے کے لیے بچے کو اسکے پاس لے جانا بھی جائز ہے۔

مکہ شریف سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آنے والے مسلمانوں میں سب سے پہلے حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا کے گھر ایک بیٹا پیدا ہوا۔ مسلمانوں نے خوب خوشی منائی۔ آپ اسے لے کر بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئیں۔ آپ نے بچے کو اپنی گود میں لے لیا اور اپنے مبارک منہ میں ایک کھجور چبا کر نرم کی اور پھر بچے کے تالو سے لگا دی اور اسکے لیے برکت کی دعا فرمائی۔ ہم اس بچے کو اسلام کے عظیم مجاہد عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ عنہما) کے نام سے جانتے ہیں۔ (۵۶)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما حضور ﷺ کی دعائے برکت سے بچپن ہی سے دلیر اور بہادر تھے۔ وہ سات سال کی عمر میں حضور ﷺ کے دستِ مبارک پر بیعت کے لیے حاضر ہوئے، انکے ساتھ دو بچے اور بھی تھے۔ وہ بچے آگے بڑھنے سے جھجک رہے تھے مگر آپ بغیر کسی جھجک کے بیعت کے لیے آگے بڑھ آئے۔ آقا و مولیٰ ﷺ مسکرانے لگے اور فرمایا، جیسا اس کا باپ نڈر اور دلیر ہے ویسا ہی یہ بھی ہے۔

انہی کا مشہور واقعہ ہے کہ ایک بار چند بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ وہاں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گذر ہوا۔ انہیں دیکھ کر دوسرے بچے بھاگے اور اِدھر اُدھر چھپ گئے مگر یہ اطمینان سے اپنی جگہ کھڑے رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا، تم کیوں نہیں بھاگے؟ آپ نے ادب سے عرض کی، میں نے کوئی جرم نہیں کیا تھا کہ بھاگ جاتا، اور یہ راستہ اتنا تنگ بھی نہیں ہے کہ آپ کے گزرنے کے لیے مجھے جگہ چھوڑنی پڑے۔ آپ کی اس حق گوئی اور بیباکی سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے۔

بچوں کے نام اور عقیقہ:

نبی کریم ﷺ بچوں کے اچھے نام تجویز فرماتے تھے۔ آپ کا فرمانِ عالی شان ہے، باپ پر اولاد کا یہ حق ہے کہ اس کا اچھا نام رکھے اور اسے اچھے آداب سکھائے۔ (۵۷) چنانچہ بچوں کے نام ایسے رکھنے چاہییں جن کے معنی اچھے ہوں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آقا و مولیٰ ﷺ برے نام کو اچھے نام سے بدل دیتے تھے۔ آپ ﷺ نے ایک بچی کا نام عاصیہ سے بدل کر جمیلہ رکھا اور اسی طرح برّہ کا نام بدل کر جویریہ رکھا۔ (۵۸)

بچوں میں سب سے افضل نام محمد یا احمد ہیں اور انہیں نام میں شامل کرنا برکت و رحمت کا باعث ہے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کا ارشاد ہے، میرے نام پر نام رکھو۔ (۵۹)

آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے، جس کے بیٹا پیدا ہو اور وہ میری محبت میں اور میرے نام سے برکت حاصل کرنے کے لیے اسکا نام محمد رکھے تو وہ اور اس کا بیٹا دونوں جنت میں جائیں گے۔ (۶۰)

ایک اور حدیث شریف میں ہے، جس کے تین بیٹے ہوں اور وہ ان میں سے کسی کا نام بھی محمد نہ رکھے تو وہ ضرور (ایمان و عشق کے تقاضوں سے) جاہل ہے۔ (۶۱)

ناموں میں محمد، احمد، عبداللہ، عبدالرحمٰن، انبیاء کرام، صحابہ کرام اور اولیاء کرام کے ناموں کے علاوہ وہ نام رکھے جا سکتے ہیں جو اچھے معانی پر مبنی ہوں۔

اسلامی نام رکھنے کے بعد پیدائش کے ساتویں دن بچے کا عقیقہ کردینا چاہیے۔

آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا، ہر بچہ اپنے عقیقہ کے سلسلے میں گروی ہے، ساتویں دن اسکی طرف سے جانور ذبح کیا جائے، اسکا نام رکھا جائے اور سر کے بال مونڈے جائیں۔(۶۲)

سنت یہ ہے کہ لڑکے کی طرف سے دو اور لڑکی کی طرف سے ایک بکرا یا بکری ذبح کیے جائیں اور انکا گوشت خود بھی کھایا جائے اور صدقہ بھی کیا جائے۔(۶۳)

بچوں کے حقوق:

سرکارِ دوعالم ﷺ نعمتیں عطا فرمانے میں بچوں سے محبت کے باعث انکے حقوق کا خاص خیال فرماتے۔ آپ ﷺ کی خدمت میں جب بھی موسم کا نیا پھل پیش کیا جاتا تو آپ اس پھل کو آنکھوں اور ہونٹوں سے لگاتے اور یہ دعا فرماتے، ''اے اللہ! ہمیں یہ شروع سے آخر تک نصیب فرما''۔ پھر جو چھوٹے بچے وہاں موجود ہوتے انہیں وہ پھل عطا فرمادیتے۔(۶۴)

نبی کریم ﷺ کی خدمت میں جب کوئی کھانے پینے کی چیز پیش کی جاتی تو آپ اس میں سے تھوڑا سا لیکر باقی اس شخص کو عطا فرماتے جو آپ کے دائیں طرف بیٹھا ہوتا۔ ایک بار آقا و مولیٰ ﷺ کے دائیں جانب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیٹھے ہوئے تھے جو کہ کم عمر تھے جبکہ بائیں جانب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے۔ اس وقت دودھ پیش کیا گیا۔

آپ نے کچھ دودھ پینے کے بعد عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا، اگر تم اجازت دو تو میں اسے انہیں پہلے دوں جو عمر میں تم سے بڑے ہیں۔ انہوں نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! ہرگز نہیں، اللہ تعالیٰ کی قسم! میں آپ کے مبارک منہ سے لگی ہوئی باقی چیز کسی کو بھی دینے کے لیے تیار نہیں۔ آپ ﷺ نے وہ انہی کو عطا فرمادیا۔(۶۵)

اس حدیث پاک سے جہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے کم عمر ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حق کا خیال رکھا وہیں یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ بچے اور بڑے سب نبی کریم ﷺ سے بیحد محبت رکھتے تھے اور آقا ﷺ کے مبارک منہ سے لگی ہوئی چیز کو متبرک سمجھتے تھے۔

اسلام کے ابتدائی دور میں عورتیں بھی مسجدوں میں علیحدہ صف میں جماعت سے نماز پڑھتی تھیں۔ بعض عورتیں چھوٹے بچے بھی ساتھ لے آتیں جو کبھی کبھار رونے لگ جاتے۔ بچوں سے پیار کرنے والے رحیم و کریم آقا ﷺ نے فرمایا، جب میں نماز شروع کرتا ہوں تو ارادہ ہوتا ہے کہ اس نماز میں زیادہ تلاوت کروں گا لیکن جب کسی صف میں سے بچے کے رونے کی آواز آتی ہے تو نماز کو مختصر کردیتا ہوں کیونکہ بچے کے رونے کی وجہ سے اس کی ماں کو بھی پریشانی ہوتی ہوگی۔(۶۶)

شفقت و مہربانی ہر بچے کا حق ہے۔ آقا و مولیٰ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے، ''وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر مہربانی نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے اور نیک باتوں کا حکم نہ دے اور بری باتوں سے نہ روکے''۔(۶۷)

اس حدیث پاک میں حضور ﷺ نے جہاں بچوں کے حقوق بیان فرمائے وہاں یہ بھی واضح فرمادیا کہ بڑوں کی عزت کرنا چھوٹوں پر فرض ہے۔ بڑوں کو چاہیے کہ وہ شفقت و مہربانی کے ساتھ بچوں کو نیک باتوں کا حکم بھی دیتے رہیں اور برے کاموں سے روکتے بھی رہیں اور بچوں کو چاہیے کہ وہ ایسا کرنے پر نہ تو بُرا مانیں اور نہ ہی اسے اپنے حقوق کے خلاف جانیں۔ اس حوالے سے مزید گفتگو اگلے صفحات میں آرہی ہے۔

حضور ﷺ کی برکتیں:

صحابیات اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی ہمیشہ یہ خواہش ہوتی کہ وہ اپنے بچوں کو آقا و مولیٰ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں لیکر جائیں اور حضور ﷺ سے اپنے بچوں کے لیے برکت کی دعا کرائیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا واقعہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے اب چند واقعات مزید ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت زہرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ایک بار انہیں حضور ﷺ کی خدمت میں لے گئیں اور عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! آپ میرے بیٹے کو بیعت کر لیجیے۔ چونکہ اس وقت حضرت زہرہ رضی اللہ عنہ بہت کم عمر تھے اس لیے نبی کریم ﷺ نے ان کے سر پر دستِ شفقت پھیرا اور برکت کی دعا دی۔ آپ کی اس دعا کے باعث حضرت زہرہ رضی اللہ عنہ سے جب حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ عنہم) جیسے بزرگ صحابہ ملتے تو کہتے، اے زہرہ! ہمیں بھی اس برکت میں شریک کر لو کیونکہ تمہیں حضور ﷺ نے برکت کی دعا دی ہے۔ (۶۸)

حضور ﷺ کی ایک زوجہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا تھیں جن کے پہلے شوہر ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے ایک چھوٹی بچی بھی تھی جس کا نام آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زینب رکھا تھا۔ آپ ننھی زینب سے بہت پیار فرماتے، اکثر خوش طبعی کے طور پر انکے منہ پر پانی کے چھینٹے مارتے جس سے وہ بہت خوش ہوتیں اور اسطرح حضور ﷺ سے کھیلتیں۔ جب وہ بوڑھی ہوگئیں تب بھی آقا ﷺ کے رحمت والے ہاتھوں کی برکت سے انکے چہرے پر جوانی کی طرح رونق رہی اور بڑھاپے کے آثار ظاہر نہ ہوئے۔ (۶۹)

حضرت محمود بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ پانچ سال کے تھے کہ آقا و مولیٰ ﷺ انکے گھر تشریف لے گئے۔ انکے گھر ایک کنواں تھا، آپ ﷺ نے اس سے پانی پیا اور خوش طبعی کے طور پر پانی کی ایک کلی محمود رضی اللہ عنہ کے چہرے پر ماری۔ محدثین فرماتے ہیں کہ اسکی برکت سے انہیں وہ حافظہ حاصل ہوا کہ اس قصہ کو یاد رکھتے اور بیان فرماتے تھے اسی لیے صحابہ میں شمار ہوئے۔ (۷۰)

فجر کی نماز کے بعد مدینہ شریف کے بچے اور بچیاں حضور ﷺ کی خدمت میں پانی کے برتن لاتے۔ آپ ﷺ ان میں اپنا ہاتھ مبارک ڈالتے تاکہ ان بچوں اور انکے گھر والوں کو برکت حاصل ہو۔ جب سخت سردی میں وہ ٹھنڈا یخ پانی لاتے تو بھی آپ سردی کی پرواہ کیے بغیر پانی میں ہاتھ ڈبو دیتے۔ (۷۱)

حضرت اُمِ سُلیم رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آقا و مولیٰ ﷺ میرے گھر میں آرام فرما تھے اور آپ کو پسینہ آ رہا تھا۔ میں آپ کا پسینہ جمع کرنے لگی تو حضور ﷺ نے فرمایا، یہ کیا کر رہی ہو؟ میں نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! ہم اسے اپنے بچوں کو لگائیں گے ہمیں امید ہے کہ انہیں آپ کی برکت ملے گی۔ حضور ﷺ نے فرمایا، تم ٹھیک کرتی ہو۔ (۷۲)

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کے سر کے سامنے والے حصہ میں بالوں کا ایک گچھا تھا۔ وہ بال اتنے زیادہ لمبے تھے کہ جب آپ بیٹھ کر وہ بال کھولتے تو زمین تک پہنچ جاتے۔ کوئی پوچھتا کہ آپ یہ بال کیوں نہیں کٹواتے؟ تو آپ فرطِ محبت سے فرماتے، میں انہیں ہرگز نہیں کٹواؤں گا کیونکہ جب میں بچہ تھا تو میرے پیارے آقا ﷺ انہیں پکڑتے اور پیار سے کھینچتے تھے۔ (۷۳)

بچوں کے مشکل کُشا:

وہ بچے جو لاعلاج بیماریوں میں مبتلا تھے، جب پریشانی اور مشکل میں گرفتار لوگ اپنے ایسے بچوں کو لے کر بارگاہِ رسالت میں

حاضر ہوتے تو رحمتِ عالم ﷺ ایک لمحہ میں انکی مشکل کشائی فرماتے اور وہ بچے شفایاب ہو جاتے۔

آخری حج کے موقع پر ایک خاتون اپنے بچے کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! میرا بچہ گونگا یعنی بولنے سے معذور ہے۔ آقا کریم ﷺ نے پانی منگوا کر ہاتھ مبارک دھوئے اور کلی کی۔ پھر فرمایا، یہ پانی اس بچہ کو پلا دو اور کچھ اس کے اوپر چھڑک دو۔ وہ بچہ تندرست ہو گیا اور بولنے لگا۔ (۷۴)

ایک عورت اپنے دیوانے بچے کو لے کر حاضر ہوئی اور عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! میرا بچہ دیوانہ ہے اور صبح وشام ہمیں پریشان کیے رکھتا ہے۔ آپ ﷺ نے اس بچے کے سینے پر اپنا دستِ رحمت پھیرا اور دعا فرمائی تو اس بچے نے قے کر دی۔ اس قے میں کالے رنگ کے جانور جیسی کوئی چیز نکل کر بھاگ گئی اور وہ بالکل تندرست ہو گیا۔ (۷۵)

حضرت محمد بن حاطب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بچپن میں چولہے پر سے ہنڈیا میرے اوپر گر گئی اور میرا بازو جل گیا۔ میری والدہ مجھے لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئیں۔ آقا کریم ﷺ نے میرے بازو پر لعابِ دہن مبارک لگایا اور دَم کیا تو میں اسی وقت تندرست ہو گیا۔ (۷۶)

ایک عورت اپنے بچے کو لے کر بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئی اور عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! میرا بچہ لاعلاج مرض میں مبتلا ہے۔ میں بہت پریشان ہوں اسلیے آپ دعا کر دیں کہ اللہ اسے موت دیدے۔ یہ سن کر حبیبِ کبریا ﷺ نے فرمایا، میں اسکے لیے موت کی نہیں بلکہ صحت مانگتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ یہ جوان ہو کر مردِ مومن بنے اور راہِ خدا میں لڑتا ہوا شہید ہو جائے۔ آپ کی دعا قبول ہوئی اور وہ بچہ جوان ہوا اور جہاد کرتا ہوا شہید ہو کر جنتی بن گیا۔ (۷۷)

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حج کے سفر میں تھے کہ ایک عورت اپنے بچے کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بولی، یارسول اللہ ﷺ! میرا بچہ جب سے پیدا ہوا ہے، بیمار ہے۔ آقا کریم ﷺ نے بچہ کے منہ میں اپنا لعابِ دہن مبارک ڈالا اور فرمایا، اے دشمنِ خدا! اس میں سے نکل جا کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ یہ فرما کر آپ نے اسکی ماں سے فرمایا، لے جا، اب اسے کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ حضرت اسامہ فرماتے ہیں، جب ہم حج کے بعد اس مقام پر پہنچے تو وہ عورت بچے کی صحت کی خوشی میں بھنی ہوئی بکری لے کر حاضر ہوگئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا، بکری کی ایک دستی (بازو) مجھے دے۔ اس نے دیدی۔ پھر آپ نے فرمایا، اور دستی دے۔ اس نے دوسری دستی بھی پیش کر دی۔ پھر آپ نے فرمایا، اور بازو دے۔ اس عورت نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! بکری کے دو ہی بازو ہوتے ہیں۔ احمدِ مختار ﷺ نے فرمایا، اے عورت! اگر تو چپ رہتی اور یہ نہ کہتی کہ دو ہی بازو ہوتے ہیں تو جب تک میں کہتا رہتا تو مجھے بازو پکڑاتی رہتی۔ (۷۸)

بچوں کے لیے دَم تعویذ کی اجازت:

جب اچھی یا خوبصورت چیز دیکھنے پر اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کیا جائے تو بسا اوقات شیطان اس نظر کو اُچک لیتا ہے اور یوں شیطانی اثر کے باعث وہ نظر نقصان پہنچاتی ہے۔ جب کوئی چیز اچھی لگے تو سبحانَ اللہ کہنا چاہیے۔ اکثر بچوں کو نظر لگ جاتی ہے۔ نظر کا لگ جانا احادیث سے ثابت ہے۔ رحمتِ عالم ﷺ نے نظرِ بد سے بچاؤ اور علاج کے لیے دَم یا تعویذ کی اجازت دی ہے۔

نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں ایک لڑکی لائی گئی جس کی رنگت زرد ہو رہی تھی۔ آپ نے اسے دیکھتے ہی فرمایا، اسے دَم کراؤ، اسے نظر لگ گئی ہے۔ (۷۹)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! جعفر رضی اللہ عنہ کے بچوں کو بہت جلدی نظر لگ جاتی ہے، کیا میں انہیں دَم کرلیا کروں؟ ارشاد فرمایا، ہاں، تم انہیں دَم کرلیا کرو۔(۸۰)

صحابہ کرام نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! ہم دورِ جاہلیت میں دَم کیا کرتے تھے، آپ کا اس بارے میں کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا، دَم کرنے کے الفاظ مجھے سنادو۔ اُس دَم میں کوئی مضائقہ نہیں جس میں شرکیہ الفاظ نہ ہوں۔(۸۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آقا کریم ﷺ نے نظرِ بد سے بچنے کے لیے دَم تعویذ کرانے کا حکم دیا ہے۔(۸۲)

آقا و مولیٰ ﷺ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کو دَم کیا کرتے تھے۔(۸۳)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بعض دعائیہ کلمات سمجھدار بچوں کو یاد کرادیتے اور چھوٹے بچوں کے گلے میں انکا تعویذ لکھ کر حفاظت کے لیے ڈال دیا کرتے تھے۔(۸۴)

(حضور ﷺ کے دَم کے الفاظ اور یہ دعا فقیر کی کتاب ''مسنون دعائیں'' کے صفحہ ۶۹ اور صفحہ ۳۵ پر ملاحظہ فرمائیں)

صحابہ کرام نظرِ بد سے شفا حاصل کرنے کے لیے برکتوں والے آقا ﷺ کے تبرکات کا وسیلہ اختیار کرتے۔ ایک صحابی فرماتے ہیں کہ جب کسی کو نظر لگ جاتی یا کوئی اور تکلیف ہوتی تو لوگ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی طرف ایک پانی کا پیالہ لے کر جاتے۔ وہ آقا کریم ﷺ کے موئے مبارک نکالتیں جو انہوں نے ایک چاندی کی ڈبیا میں رکھے ہوئے تھے۔ وہ انہیں اس پانی میں ہلاتیں اور پھر وہ پانی اس مریض کو پلا دیا جاتا۔(۸۵)

حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا کے پاس نبی کریم ﷺ کا جُبّہ مبارک تھا۔ وہ فرماتی ہیں کہ اس جبہ مبارک کو آقا و مولیٰ ﷺ پہنا کرتے تھے، اب ہم اسے بیماروں کے لیے پانی میں ڈبوتے ہیں اور اسکے پانی سے شفا حاصل کرتے ہیں۔(۸۶)

بچوں سے محبت کی تعلیم:

سرکارِ دوعالم ﷺ خود بھی بچوں سے بیحد پیار کرتے اور دوسروں کو بھی بچوں سے پیار کرنا سکھاتے۔ عرب کے بدّو لوگ سخت مزاج ہوتے تھے۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ انسان جتنا زیادہ سخت دل ہوگا اتنا زیادہ لوگ اس سے مرعوب ہونگے اور اسکی عزت کریں گے اسی وجہ سے وہ اپنے بچوں کو پیار بھی نہیں کرتے تھے۔

ایک بار حضور ﷺ اپنے نواسے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا منہ چوم رہے تھے کہ وہاں موجود اقرع بن حابس تمیمی نے حیران ہوکر کہا، یارسول اللہ ﷺ! میرے دس بیٹے ہیں مگر میں نے کبھی کسی کو پیار نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا، جو رحم نہیں کرتا اس پر اللہ بھی رحم نہیں فرماتا۔(۸۷)

دوسری حدیث میں ہے کہ ایک بدّو نے عرض کی، آپ بچوں کا منہ چومتے ہیں مگر ہم تو کبھی نہیں چومتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ تمہارے دل سے شفقت و رحمت نکال دے تو میں کیا کرسکتا ہوں۔(۸۸)

حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کی ایک پیاری سی بچی اُمّ خالد رضی اللہ عنہا سے حضور ﷺ بہت پیار کرتے تھے۔ ایک بار کسی نے بارگاہِ رسالت میں ایک خوبصورت پھول دار چادر تحفہ میں پیش کی۔ آپ نے حاضرین سے فرمایا، بتاؤ یہ چادر کسے عطا کروں؟ سب خاموش رہے، مطلب یہ تھا کہ آپ اپنی مرضی سے جسے چاہیں عطا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا، اُمّ خالد کو بلا کر لاؤ۔ جب وہ خدمت میں حاضر ہوئیں تو آقا و مولیٰ ﷺ نے وہ چادر انہیں تحفہ میں دی اور دو بار فرمایا، اسے پہن کر پرانی کرو۔ اس دعا کا مطلب یہ ہے کہ اللہ

تعالیٰ تمہاری عمر زیادہ کرے۔ پھر آپ نے چادر پر بنے نقش و نگار پر ہاتھ مبارک رکھ کر فرمایا، یہ دیکھو! کتنے خوبصورت پھول ہیں۔ یہ سن کر وہ بہت خوش ہوئیں۔ (۸۹)

ایک اور موقع پر اُمّ خالد رضی اللہ عنہا اپنے والد کے ساتھ بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئیں تو زرد کرتا پہنے ہوئے تھیں۔ حضور ﷺ نے انہیں دیکھ کر مسکراتے ہوئے فرمایا، "سنہ سنہ"۔ (یعنی بہت خوبصورت بہت خوبصورت) حبشی زبان میں حسنہ کو سنہ کہتے ہیں، چونکہ اُمّ خالد کی پیدائش حبشہ میں ہوئی تھی اسلیے آپ نے اسی مناسبت سے حسنہ کو حبشی تلفظ میں سنہ کہا۔ اُمّ خالد رضی اللہ عنہا یہ سن کر بہت خوش ہوئیں۔ پھر وہ مہرِ نبوت سے کھیلنے لگیں تو انکے والد نے انہیں جھڑک دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا، اسے کھیلنے دو۔ (۹۰)

ایک مرتبہ بارگاہِ نبوی میں طائف سے انگور آئے۔ اسوقت حضرت بشیر رضی اللہ عنہ کے چھوٹے بیٹے نعمان رضی اللہ عنہ بھی خدمتِ اقدس میں حاضر تھے۔ آقا و مولیٰ ﷺ نے انگوروں کے دو خوشے انہیں عطا کیے اور فرمایا، ایک تمہارا ہے اور ایک تمہاری والدہ کا۔ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے راستے میں اپنا خوشہ کھالیا۔ انگور بہت مزیدار تھے انہوں نے دوسرا خوشہ بھی کھالیا۔ سزا کے خوف سے والدہ سے اسکا ذکر تک نہ کیا۔ چند دن بعد جب یہ بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے دریافت کیا، نعمان! کیا تم نے وہ انگور اپنی والدہ کو دے دیے تھے؟ عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! نہیں دیے۔ آپ نے فرمایا، پھر وہ انگور کہاں گئے؟ انہوں نے عرض کی، وہ میں نے کھالیے۔ آقا کریم ﷺ ان سے ناراض نہ ہوئے بلکہ آپ نے مسکراتے ہوئے نعمان کے کان پکڑے اور پیار بھرے لہجے میں فرمایا، اے دھوکے باز۔ (۹۱)

آخری حج کے موقع پر ایک خاتون اپنے بچے کے ساتھ حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا، یارسول اللہﷺ! میرا بچہ گونگا یعنی بولنے سے معذور ہے۔ آقا کریمﷺ نے پانی منگوا کر ہاتھ مبارک دھوئے اور کُلی کی۔ پھر فرمایا، یہ پانی اس بچہ کو پلا دو اور کچھ اس کے اوپر چھڑک دو۔ وہ بچہ تندرست ہوگیا اور بولنے لگا۔ (۷۴)

ایک عورت اپنے دیوانے بچے کو لے کر حاضر ہوئی اور عرض کیا، یارسول اللہﷺ! میرا بچہ دیوانہ ہے اور صبح وشام ہمیں پریشان کیے رکھتا ہے۔ آپﷺ نے اس بچے کے سینے پر اپنا دستِ رحمت پھیرا اور دعا فرمائی تو اس بچے نے قے کر دی۔ اس قے میں کالے رنگ کے جانور جیسی کوئی چیز نکل کر بھاگ گئی اور وہ بالکل تندرست ہوگیا۔ (۷۵)

حضرت محمد بن حاطب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بچپن میں چولہے پر سے ہنڈیا میرے اوپر گرگئی اور میرا بازو جل گیا۔ میری والدہ مجھے لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئیں۔ آقا کریمﷺ نے میرے بازو پر لعابِ دہن مبارک لگایا اور دَم کیا تو میں اسی وقت تندرست ہوگیا۔ (۷۶)

ایک عورت اپنے بچے کو لے کر بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئی اور عرض کیا، یارسول اللہﷺ! میرا بچہ لاعلاج مرض میں مبتلا ہے۔ میں بہت پریشان ہوں اسلیے آپ دعا کردیں کہ اللہ اسے موت دیدے۔ یہ سن کر حبیبِ کبریاﷺ نے فرمایا، میں اسکے لیے موت کی نہیں بلکہ صحت مانگتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ یہ جوان ہوکر مردِ مومن بنے اور راہِ خدا میں لڑتا ہوا شہید ہوجائے۔ آپ کی دعا قبول ہوئی اور وہ بچہ جوان ہوا اور جہاد کرتا ہوا شہید ہوکر جنتی بن گیا۔ (۷۷)

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حج کے سفر میں تھے کہ ایک عورت اپنے بچے کے ساتھ حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بولی، یارسول اللہﷺ! میرا بچہ جب سے پیدا ہوا ہے، بیمار ہے۔ آقا کریمﷺ نے بچہ کے منہ میں اپنا لعابِ دہن مبارک ڈالا اور فرمایا، اے دشمنِ خدا! اس میں سے نکل جا کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ یہ فرما کر آپ نے اسکی ماں سے فرمایا، لے جا، اب اسے کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، جب ہم حج کے بعد اس مقام پر پہنچے تو وہ عورت بچے کی صحت کی خوشی میں بُھنی ہوئی بکری لے کر حاضر ہوگئی۔ آپﷺ نے فرمایا، بکری کی ایک دَستی (بازو) مجھے دے۔ اس نے دیدی۔ پھر آپ نے فرمایا، اور دستی دے۔ اس نے دوسرا بازو بھی پیش کردیا۔ پھر آپ نے فرمایا، اور بازو دے۔ اس عورت نے عرض کی، یارسول اللہﷺ! بکری کے دو ہی بازو ہوتے ہیں۔

احمدِ مختارﷺ نے فرمایا، اے عورت! اگر تو چپ رہتی اور یہ نہ کہتی کہ دو ہی بازو ہوتے ہیں تو جب تک میں کہتا رہتا تو مجھے بازو پکڑاتی رہتی۔ (۷۸)

بچوں کے لیے دَم تعویذ:

جب اچھی یا خوبصورت چیز دیکھنے پر اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کیا جائے تو بسا اوقات شیطان اس نظر کو اُچک لیتا ہے اور یوں شیطانی اثر کے باعث وہ نظر نقصان پہنچاتی ہے۔ جب کوئی چیز اچھی لگے تو سبحانَ اللہ کہنا چاہیے۔ اکثر بچوں کو نظر لگ جاتی ہے۔ نظر کا لگ جانا احادیث سے ثابت ہے۔ رحمتِ عالمﷺ نے نظرِ بد سے بچاؤ اور علاج کے لیے دَم یا تعویذ کی اجازت دی ہے۔

نبی کریمﷺ کی بارگاہ میں ایک لڑکی لائی گئی جس کی رنگت زرد ہو رہی تھی۔ آپ نے اسے دیکھتے ہی فرمایا، اسے دَم کراؤ،

اسے نظر لگ گئی ہے۔(۷۹)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! جعفر رضی اللہ عنہ کے بچوں کو بہت جلدی نظر لگ جاتی ہے، کیا میں انہیں دَم کرلیا کروں؟ ارشاد فرمایا، ہاں، تم انہیں دَم کرلیا کرو۔(۸۰)

صحابہ کرام نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! ہم دورِ جاہلیت میں دَم کیا کرتے تھے، آپ کا اس بارے میں کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا، دَم کرنے کے الفاظ مجھے سنادو۔ اُس دَم میں کوئی مضائقہ نہیں جس میں شرکیہ الفاظ نہ ہوں۔(۸۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آقا کریم ﷺ نے نظرِ بد سے بچنے کے لیے دَم تعویذ کرانے کا حکم دیا ہے۔(۸۲)

آقا و مولیٰ ﷺ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو دَم کیا کرتے تھے۔(۸۳)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بعض دعائیہ کلمات سمجھدار بچوں کو یاد کرادیتے اور چھوٹے بچوں کے گلے میں انکا تعویذ لکھ کر حفاظت کے لیے ڈال دیا کرتے تھے۔(۸۴)

(حضور ﷺ کے دَم کے الفاظ اور یہ دعا فقیر کی کتاب "مسنون دعائیں" کے صفحہ ۶۹ اور صفحہ ۳۵ پر ملاحظہ فرمائیں)

صحابہ کرام نظرِ بد سے شفا حاصل کرنے کے لیے برکتوں والے آقا ﷺ کے تبرکات کا وسیلہ اختیار کرتے۔ ایک صحابی فرماتے ہیں کہ جب کسی کو نظر لگ جاتی یا کوئی اور تکلیف ہوتی تو لوگ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی طرف ایک پانی کا پیالہ لے کر جاتے۔ وہ آقا کریم ﷺ کے موئے مبارک نکالتیں جو انہوں نے ایک چاندی کی ڈبیا میں رکھے ہوئے تھے۔ وہ انہیں اس پانی میں ہلاتیں اور پھر وہ پانی اس مریض کو پلا دیا جاتا۔(۸۵)

حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا کے پاس نبی کریم ﷺ کا جبہ مبارک تھا۔ وہ فرماتی ہیں کہ اس جبہ مبارک کو آقا و مولیٰ ﷺ پہنا کرتے تھے، اب ہم اسے بیماروں کے لیے پانی میں ڈبوتے ہیں اور اسکے پانی سے شفا حاصل کرتے ہیں۔(۸۶)

بچوں سے محبت کی تعلیم:

سرکارِ دوعالم ﷺ خود بھی بچوں سے بیحد پیار کرتے اور دوسروں کو بھی بچوں سے پیار کرنا سکھاتے۔ عرب کے بدّو لوگ سخت مزاج ہوتے تھے۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ انسان جتنا زیادہ سخت دل ہوگا اتنا زیادہ لوگ اس سے مرعوب ہونگے اور اسکی عزت کریں گے اسی وجہ سے وہ اپنے بچوں کو پیار بھی نہیں کرتے تھے۔

ایک بار حضور ﷺ اپنے نواسے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا منہ چوم رہے تھے کہ وہاں موجود اقرع بن حابس تمیمی نے حیران ہو کر کہا، یارسول اللہ ﷺ! میرے دس بیٹے ہیں مگر میں نے کبھی کسی کو پیار نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا، جو رحم نہیں کرتا اس پر اللہ بھی رحم نہیں فرماتا۔(۸۷)

دوسری حدیث میں ہے کہ ایک بدّو نے عرض کی، آپ بچوں کا منہ چومتے ہیں مگر ہم تو کبھی نہیں چومتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ تمہارے دل سے شفقت و رحمت نکال دے تو میں کیا کرسکتا ہوں۔(۸۸)

حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کی ایک پیاری سی بچی اُمّ خالد رضی اللہ عنہا سے حضور ﷺ بہت پیار کرتے تھے۔ ایک بار کسی نے بارگاہِ رسالت میں ایک خوبصورت پھول دار چادر تحفہ میں پیش کی آپ نے حاضرین سے فرمایا، بتاؤ یہ چادر کسے عطا کروں؟ سب خاموش رہے۔ مطلب یہ تھا کہ آپ اپنی مرضی سے جسے چاہیں عطا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا، اُمّ خالد کو بلا کر لاؤ۔ جب وہ خدمت

میں حاضر ہوئیں تو آقا و مولیٰ ﷺ نے وہ چادر انہیں تحفہ میں دی اور دوبار فرمایا، اسے پہن کر پرانی کرو۔ اس دعا کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری عمر زیادہ کرے۔ پھر آپ نے چادر پر بنے نقش ونگار پر ہاتھ مبارک رکھ کر فرمایا، یہ دیکھو! کتنے خوبصورت پھول ہیں۔ یہ سن کر وہ بہت خوش ہوئیں۔(۸۹)

ایک اور موقع پر اُمّ خالد رضی اللہ عنہا اپنے والد کے ساتھ بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئیں تو زرد کرتا پہنے ہوئے تھیں۔ حضور ﷺ نے انہیں دیکھ کر مسکراتے ہوئے فرمایا، ''سنہ سنہ''۔ (یعنی بہت خوبصورت بہت خوبصورت) حبشی زبان میں حسنہ کو سنہ کہتے ہیں، چونکہ اُمّ خالد کی پیدائش حبشہ میں ہوئی تھی اسلیے آپ نے اسی مناسبت سے حسنہ کو حبشی تلفظ میں سنہ کہا۔ اُمّ خالد رضی اللہ عنہا یہ سن کر بہت خوش ہوئیں۔ پھر وہ مہرِ نبوت سے کھیلنے لگیں تو انکے والد نے انہیں جھڑک دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا، اسے کھیلنے دو۔(۹۰)

ایک مرتبہ بارگاہِ نبوی میں طائف سے انگور آئے۔ اسوقت حضرت بشیر رضی اللہ عنہ کے چھوٹے بیٹے نعمان رضی اللہ عنہ بھی خدمتِ اقدس میں حاضر تھے۔ آقا و مولیٰ ﷺ نے انگوروں کے دو خوشے انہیں عطا کیے اور فرمایا، ایک تمہارا ہے اور ایک تمہاری والدہ کا۔ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے راستے میں اپنا خوشہ کھالیا۔ انگور بہت مزیدار تھے انہوں نے دوسرا خوشہ بھی کھالیا۔ سزا کے خوف سے والدہ سے اسکا ذکر تک نہ کیا۔

چند دن بعد جب یہ بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے دریافت کیا، نعمان! کیا تم نے وہ انگور اپنی والدہ کو دے دیے تھے؟ عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! نہیں دیے۔ آپ نے فرمایا، پھر وہ انگور کہاں گئے؟ انہوں نے عرض کی، وہ میں نے کھالیے۔ آقا کریم ﷺ ان سے ناراض نہ ہوئے بلکہ آپ نے مسکراتے ہوئے نعمان کے کان پکڑے اور پیار بھرے لہجے میں فرمایا، اے دھوکے باز۔(۹۱)

بچوں کو سواری پر ساتھ بٹھانا:

رسول کریم ﷺ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو دوسرے لوگوں کے ساتھ بچے بھی آپ کے استقبال کے لیے نکلتے اور دوڑ کر پہلے آپ کے پاس پہنچنے کی کوشش کرتے۔ جو بچے آپ کے پاس پہنچ جاتے آپ ان میں سے کسی کو سواری پر اپنے آگے بٹھا لیتے اور کسی کو پیچھے۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آقائے دوجہاں ﷺ کسی سفر سے واپس تشریف لائے تو استقبال کرنے والوں میں، مَیں بھی تھا۔ آپ ﷺ نے مجھے اپنے آگے سوار کرلیا پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے آئے آپ نے انہیں سواری پر اپنے پیچھے بٹھالیا۔ اسطرح ہم تینوں ایک سواری پر مدینہ شریف میں داخل ہوئے۔(۹۲)

یہی کم سِن عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما ایک دن بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ نبی کریم ﷺ کا وہاں سے گذر ہوا۔ آپ نے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر اپنی سواری پر بٹھالیا۔(۹۳)

فتح مکہ کے موقع پر آقا و مولیٰ ﷺ نے فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کو سواری پر اپنے آگے اور قثم بن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنے پیچھے بٹھا لیا۔(۹۴)

آخری حج کے موقع پر حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما اونٹنی پر آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔(۹۵)

آپ ﷺ کی اس محبت کے باعث بچے بھی اپنے والدین سے بڑھ کر آپ سے پیار کرتے تھے۔

بچوں کی آپ ﷺ سے محبت:

جو بچوں سے پیار کرتا ہے بچے بھی اس سے پیار کرتے ہیں۔رحمتِ عالم ﷺ جب کسی بچے کو دیکھتے تو آپ کے چہرہ مبارک پر محبت اور خوشی کے آثار ظاہر ہو جاتے۔آپ بچوں کو سلام کرنے میں ہمیشہ پہل کرتے، یہ بھی محبت کے اظہار کا ایک اچھا طریقہ ہے اور اس سے محبت مزید پختہ ہوتی ہے۔کبھی ایسا ہوتا کہ آپ ﷺ بچوں کو قطار میں کھڑا کر کے خود کچھ دور بیٹھ جاتے اور بچوں سے فرماتے، اب سب دوڑ کر آؤ، دیکھیں کون پہلے ہمیں چھوتا ہے۔بچے پوری قوت سے تیز دوڑ کر آتے تو قریب پہنچ کر رک نہ پاتے اور کوئی آپ کے مبارک سینے پر گرتا تو کوئی آپ کے پیٹ مبارک پر۔آپ ﷺ ان بچوں کو سینہ مبارک سے لگا کر پیار کرتے۔

مبارک پر محبت اور خوشی کے آثار ظاہر ہو جاتے۔ آپ بچوں کو سلام کرنے میں ہمیشہ پہل کرتے، یہ بھی محبت کے اظہار کا ایک اچھا طریقہ ہے اور اس سے محبت مزید پختہ ہوتی ہے۔ کبھی ایسا ہوتا کہ آپ ﷺ بچوں کو قطار میں کھڑا کر کے خود کچھ دور بیٹھ جاتے اور بچوں سے فرماتے، اب سب دوڑ کر آؤ، دیکھیں کون پہلے ہمیں چھوتا ہے۔ بچے پوری قوت سے تیز دوڑ کر آتے تو قریب پہنچ کر رک نہ پاتے اور کوئی آپ کے مبارک سینے پر گرتا تو کوئی آپ کے پیٹ مبارک پر۔ آپ ﷺ ان بچوں کو سینہ مبارک سے لگا کر پیار کرتے۔

جب حضور ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو شہر کے سب لوگ آپکے استقبال کے لیے گھروں سے نکل آئے۔ عورتیں اور بوڑھے لوگ گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے جبکہ بچے اور جوان گلیوں میں پھیل گئے اور وہ سب یا محمد یا رسول اللہ (ﷺ) کے نعرے لگا رہے تھے۔(۹۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آقا و مولیٰ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو سب لوگ بہت خوش تھے اور اسی خوشی میں حبشی بچے اپنے نیزوں سے کھیلتے تھے یعنی نیزوں سے کرتب دکھاتے تھے۔(۹۷)

جب آپ بنو نجار کے محلے میں پہنچے تو چھوٹی بچیاں دف بجا کر خوشی سے یہ گانے لگیں، ''ہم بنو نجار کی لڑکیاں ہیں اور حضرت محمد ﷺ بہت اچھے ہمسائے ہیں''۔ حضور ﷺ وہاں رکے اور فرمایا، کیا تم مجھ سے محبت رکھتی ہو؟ بچیوں نے کہا، ''ہاں یا رسول اللہ ﷺ!'' آقا کریم ﷺ نے فرمایا، ''میں بھی تم سے محبت کرتا ہوں''۔(۹۸)

جمالِ مصطفیٰ ﷺ کا بیان:

آقا و مولیٰ ﷺ کی عظمت و ہیبت اور وقار و جلال کے باعث صحابہ کرام آپ کو نظر بھر کر دیکھ نہ پاتے۔ یہی وجہ ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ کا حلیہ مبارک وہی صحابہ کرام بیان فرماتے ہیں جو اس وقت بچے تھے یا اعلانِ نبوت سے قبل حضور ﷺ کے زیرِ تربیت تھے جیسے حضرت ہندؓ بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ بچوں سے ایسی محبت فرماتے کہ بچے جی بھر کر جمالِ مصطفیٰ ﷺ کا دیدار کرتے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''میں اپنے نانا نبی کریم ﷺ کے وصال کے وقت بہت چھوٹا تھا اس لیے میں نے اپنے ماموں حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ کے حلیہ مبارک کے متعلق پوچھا۔ میری خواہش یہ تھی کہ وہ آقا ﷺ کے اوصاف بیان فرمائیں تاکہ میں انکے بیان کو اپنے دل و دماغ میں محفوظ کرلوں''۔(۹۹)

اسی طرح حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ کے معمولات سے متعلق دریافت کیا تھا۔ آقائے دوجہاں ﷺ کے صورت و سیرت کا حسن و جمال دیکھنے کے لیے فقیر کی کتاب ''جمالِ مصطفیٰ ﷺ'' کا مطالعہ فرمائیں۔

جلیل القدر صحابی حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کے کم عمر پوتے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ ایک دن بزرگ صحابیہ حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی، مجھے آقا و مولیٰ ﷺ کے حسن و جمال کے بارے میں بتائیں۔ انہوں نے فرمایا، اے بیٹے! اگر تو جانِ کائنات ﷺ کا دیدار کرتا تو یہ محسوس کرتا کہ سورج طلوع ہو رہا ہے۔(۱۰۰)

درحقیقت محبتِ رسول ﷺ ہی وہ جذبہ ہے جس کی بنا پر شمعِ رسالت کے پروانوں کو اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کے فضائل و کمالات کا ذکر کرنا اور سننا پسند تھا۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، جب میں چھوٹا تھا تو ایک بار میں نے آقا کریم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی پھر آپ کے

ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ اتنے میں اور بچے بھی آگئے، آپ ﷺ نے سب بچوں کو پیار کیا اور پھر پیار سے میرے سر اور چہرے پر اپنا دستِ رحمت پھیر دیا۔ اس وقت مجھے آپکے دستِ رحمت سے ایسی عمدہ خوشبو کا جھونکا آیا جیسے کسی عطر بیچنے والے نے عطر کا صندوقچہ کھول دیا ہو۔ (۱۰۱)

حضورِ اکرم نورِ مجسم ﷺ کے خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بہترین خوشبوئیں سونگھیں ہیں لیکن میں نے کوئی خوشبو آپ کے جسمِ اقدس کی خوشبو سے اچھی نہیں پائی۔ اگر کسی بچے کے سر پر آپ ﷺ اپنا مبارک ہاتھ پھیر دیتے تو اسکے بالوں میں ایسی عمدہ خوشبو بس جاتی کہ لوگ اس خوشبو کے باعث پہچان لیتے کہ اس بچے کے سر پر آقا کریم ﷺ نے ہاتھ مبارک پھیرا ہے۔ (۱۰۲)

آخری حج کے خطبہ کے وقت کم عمر صحابی حضرت رافع رضی اللہ عنہ اپنے والد کا ہاتھ چھڑا کر لوگوں کے درمیان سے ہوتے ہوئے آقا ﷺ تک پہنچ گئے اور اپنا ہاتھ حضور ﷺ کے پاؤں مبارک پر رکھ دیا۔ آپ نے فرمایا، رافع! یہ تم ہو؟ حضرت رافع رضی اللہ عنہ کہتے تھے، آقا ﷺ کے پاؤں میں ایسی خوشگوار ٹھنڈک تھی جو مجھے اب تک محسوس ہوتی ہے۔ (۱۰۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ پیکرِ حسن و جمال، حبیبِ کبریا ﷺ کی تعریف یوں فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے ہاتھ ملایا تو میں نے آپ کے ہاتھوں میں وہ نرمی پائی جو ریشم کے کپڑے میں بھی نہیں ہوتی۔ (۱۰۴)

سب سے کم سِن امام:

یہ بات آپ کے لیے یقیناً حیرانی کا باعث ہوگی کہ کوئی بچہ صرف چھ سال کی عمر میں امام بنا ہو اور لوگوں کو نمازیں پڑھاتا رہا ہو۔ اس کم سِن امام کا نام عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ ہے۔

وہ فرماتے ہیں کہ ہمارا گاؤں دریا کے کنارے ایسی جگہ تھا جہاں سے تمام قافلے گزرتے تھے۔ جب کوئی قافلہ مدینہ منورہ سے آتا تو میں ان لوگوں سے نبی کریم ﷺ کے متعلق باتیں معلوم کیا کرتا اور ان سے سن کر قرآن کی سورتیں یاد کرتا رہتا۔ اسوقت تک ہمارا قبیلہ مسلمان نہیں ہوا تھا۔ جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو ہمارا قبیلہ بھی مسلمان ہوگیا۔ حضور ﷺ نے تاکید فرمائی کہ نماز کی پابندی ضروری ہے اور نماز کی امامت وہ کرے جس کو قرآن زیادہ یاد ہو۔

چونکہ کسی اور کو قرآن کی سورتیں یاد نہ تھیں اور مجھے سب سے زیادہ قرآن یاد تھا اس لیے مجھے امام بنایا گیا، اسوقت میری عمر صرف چھ سال تھی۔ میرے پاس مناسب کپڑے بھی نہیں تھے اس لیے لوگوں نے کپڑا خرید کر میرے لیے کرتا بنایا۔ اس کرتے کے ملنے سے مجھے اتنی زیادہ خوشی ہوئی جو کبھی نہ ہوئی تھی۔ (۱۰۵)

یتیم بچوں سے محبت:

سرکارِ دو عالم ﷺ یتیموں اور بیواؤں کی دستگیری فرماتے تھے۔ آپ نے جلیل القدر صحابی حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد ان کی بچیوں کی نہایت شفقت و محبت سے پرورش فرمائی۔ آپ نے ان بچیوں کو سونے کی خوبصورت بالیاں پہنائیں جن میں قیمتی موتی پڑے ہوئے تھے۔ (۱۰۶)

غزوہ احد جس میں حضور ﷺ کے پیارے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور کئی مسلمان شہید ہوگئے تھے، ان شہداء میں حضرت حقربہ

رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ان کا لڑکا جس کا نام بشر رضی اللہ عنہ تھا، مدینہ منورہ کی ایک گلی میں اپنے والد کی جدائی میں سخت اداس کھڑا تھا اور اسکی آنکھوں سے آنسو جاری تھے کہ ایسے میں وہاں سے رسول کریم ﷺ کا گذر ہوا۔آپ کی نگاہِ کرم اس پر پڑی تو اس سے شفقت ومحبت سے دریافت فرمایا، تمہارے آنسو کیوں بہہ رہے ہیں؟ اس نے عرض کی، میرے آقا! میری والدہ بھی دنیا میں نہیں ہیں اور میرے والد بھی اس جنگ میں شہید ہوگئے ہیں، میرا اب اس دنیا میں کوئی سہارا نہیں۔

یہ سن کر یتیموں کے والی اور بے سہاروں کے مددگار، رحیم وکریم آقا ومولیٰ ﷺ نے اسے اپنے مبارک سینے سے لگا لیا اور اسکے سر پر رحمت بھرا ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا،"میرے بیٹے! کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں کہ میں تمہارا باپ ہو جاؤں اور عائشہ رضی اللہ عنہا تمہاری ماں ہو جائے؟"۔یعنی ہم دونوں تمہیں ماں باپ کا پیار دیں گے اور محبت وشفقت سے تمہاری پرورش کریں گے۔یہ سن کر اداس اور غمزدہ بشر کے دل کو سکون وقرار آ گیا۔(۱۰۷)

آپ نے مسلمانوں کو یہی تعلیم دی کہ بیواؤں اور یتیموں کا خاص خیال رکھا کریں۔آپ کا ارشاد گرامی ہے،"میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ساتھ ہونگے جیسے دو انگلیاں ایک دوسرے کے قریب ہوتی ہیں"۔(۱۰۸)

ایک شخص نے بارگاہِ نبوی میں عرض کی، میرا دل سخت ہے۔آپ نے فرمایا،"یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا کرو اور مسکین کو کھانا کھلایا کرو"۔(۱۰۹)

آپ کے پیارے صحابہ کرام بھی شفقت ومحبت سے یتیم بچوں کی پرورش کیا کرتے تھے۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک یتیم بچی جمیلہ رضی اللہ عنہا کی پرورش اپنے ذمہ لی جس کے والد حضرت سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ غزوہ احد میں بڑی بہادری سے لڑتے ہوئے شہید ہوگئے تھے۔

ایک دن سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ لیٹے ہوئے تھے اور ننھی جمیلہ کو سینے پر بٹھا کر نہایت محبت سے بار بار چوم رہے تھے کہ ایک صحابی ملنے آ گئے۔انہوں نے حیران ہو کر پوچھا، یہ بچی کون ہے؟ آپ نے فرمایا، یہ اس بہادر کی بچی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بہت بلند مقام عطا فرمایا، اور اس نے اپنی جان آقا ومولیٰ ﷺ پر قربان کر دی۔(۱۱۰)

حضور ﷺ کی غلاموں سے محبت:

رحمتِ عالم ﷺ سے پہلے جہالت اور ظلم کا دور دورہ تھا۔بازاروں میں جانوروں کی طرح انسانوں کی بھی خرید وفروخت ہوتی تھی۔ظالم لوگ عورتیں اور بچے اغوا کر کے بیچ دیتے اور پھر وہ تمام عمر کسی کے غلام رہتے۔اسی طرح حضرت زید رضی اللہ عنہ بھی آٹھ سال کی عمر میں یمن سے اغوا کر کے منڈی میں لائے گئے جہاں سے ایک شریف آدمی نے انہیں خرید کر اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کر دیا۔نبی کریم ﷺ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اس بچے زید رضی اللہ عنہ سے شفقت ومحبت کا برتاؤ کیا اور اپنے بچوں کی طرح انکی پرورش کی۔یہاں تک کہ حضرت زید خود کو گھر کا ایک فرد سمجھنے لگے۔

ایک سال یمن سے کچھ لوگ حج کے لیے آئے اور انکی ملاقات حضرت زید رضی اللہ عنہ سے ہوگئی۔انہوں نے پہچان لیا کہ یہ تو حارثہ کا بیٹا زید ہے جو گم ہو گیا تھا۔جب یہ خبر حارثہ کو ملی تو وہ اپنے بھائی کے ہمراہ مکہ پہنچ گیا اور بارگاہِ نبوی میں حاضر ہو کر عرض کی، ہمارا بیٹا آپ کے پاس غلام ہے، آپ اسکی جو چاہیں قیمت لے لیں اور اسے آزاد کر دیں۔آپ ﷺ نے فرمایا، میں اسکی کوئی قیمت نہیں

لوں گا، میں اسے تمہارے سامنے بلاتا ہوں، اگر وہ تمہارے ساتھ جانے پر راضی ہو تو اسے لے جاؤ لیکن اگر وہ جانے پر راضی نہ ہوا تو میں اسے تمہارے ساتھ جانے پر مجبور نہیں کروں گا۔ اس بات سے حارثہ بہت خوش ہوا کہ بغیر قیمت ادا کیے بیٹا واپس مل جائے گا۔ آخر بیٹا غلامی سے نجات پا کر باپ کے ساتھ جانے پر کیوں راضی نہ ہوگا۔ حضور ﷺ نے زید رضی اللہ عنہ کو بلا کر دریافت فرمایا، زید! ان دونوں کو پہچانتے ہو؟ عرض کی، ہاں میرے آقا! یہ میرے والد اور چچا ہیں۔ آپ نے فرمایا، زید! اگر تم انکے ساتھ جانا چاہو تو تم آزاد ہو، اور اگر میرے پاس رہنا چاہو تو تمہاری مرضی، میری طرف سے تمہیں اختیار ہے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اپنے والد اور چچا کو ایک نظر دیکھا اور پھر آقا کریم ﷺ کی طرف منہ کر کے عرض کی، "یارسول اللہ ﷺ! میرے آقا! میں آپ کو چھوڑ کر کسی کے ساتھ نہیں جاؤں گا، خدا کے لیے آپ مجھے اپنے قدموں سے دور نہ کریں"۔ ان کی یہ بات سن کر انکے والد اور چچا حیران رہ گئے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے آزاد ہو کر اپنے ماں باپ کے پاس جانے کی بجائے آقا کریم ﷺ کی غلامی کو کیوں پسند کیا؟ اس کا سبب صرف یہ تھا کہ حضور ﷺ نے انکو کبھی غلام نہیں سمجھا بلکہ ان سے اس قدر زیادہ محبت وشفقت کا سلوک کیا کہ انکے دل میں مصطفیٰ کریم ﷺ کی محبت پختہ اور راسخ ہوگئی اور انہوں نے دنیا کے ہر رشتے اور تعلق کو محبتِ مصطفیٰ پر قربان کر دیا۔

اگر وہ تمہارے ساتھ جانے پر راضی ہو تو اسے لے جاؤ لیکن اگر وہ جانے پر راضی نہ ہوا تو میں اسے تمہارے ساتھ جانے پر مجبور نہیں کروں گا۔ اس بات سے حارثہ بہت خوش ہوا کہ بغیر قیمت ادا کیے بیٹا واپس مل جائے گا۔ آخر بیٹا غلامی سے نجات پا کر باپ کے ساتھ جانے پر کیوں راضی نہ ہوگا۔ حضور ﷺ نے زید رضی اللہ عنہ کو بلا کر دریافت فرمایا، زید! ان دونوں کو پہچانتے ہو؟ عرض کی، ہاں میرے آقا! یہ میرے والد اور چچا ہیں۔ آپ نے فرمایا، زید! اگر تم انکے ساتھ جانا چاہو تو تم آزاد ہو، اور اگر میرے پاس رہنا چاہو تو تمہاری مرضی، میری طرف سے تمہیں اختیار ہے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اپنے والد اور چچا کو ایک نظر دیکھا پھر آپ ﷺ کی طرف منہ کر کے عرض کی، ''یا رسول اللہ ﷺ! میرے آقا! میں آپ کو چھوڑ کر کسی کے ساتھ نہیں جاؤں گا، خدا کے لیے آپ مجھے اپنے قدموں سے دور نہ کریں''۔ ان کی یہ بات سن کر انکے والد اور چچا حیران رہ گئے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے آزاد ہو کر اپنے ماں باپ کے پاس جانے کی بجائے آقا کریم ﷺ کی غلامی کو کیوں پسند کیا؟ اس کا سبب صرف یہ تھا کہ حضور ﷺ نے انکو کبھی غلام نہیں سمجھا بلکہ ان سے اس قدر زیادہ محبت وشفقت کا سلوک کیا کہ انکے دل میں مصطفیٰ کریم ﷺ کی محبت پختہ اور راسخ ہوگئی اور انہوں نے دنیا کے ہر رشتے اور تعلق کو محبتِ مصطفیٰ پر قربان کر دیا۔

جب زید رضی اللہ عنہ نے یہ بات کہی تو آپ انہیں ساتھ لے کر خانہ کعبہ تشریف لے گئے اور وہاں یہ اعلان فرمایا، لوگو! گواہ ہو جاؤ، آج سے زید رضی اللہ عنہ میرا بیٹا ہے۔ یہ میرا وارث ہے اور میں اسکا وارث ہوں۔ لوگ یہ سن کر حیران ہو گئے کیونکہ انکے نزدیک غلام تو صرف خدمت کے لیے ہوتے تھے۔ حارثہ اپنے بیٹے پر حضور ﷺ کی یہ محبت وعنایت دیکھ کر بہت خوش ہوا اور اسے یقین ہو گیا کہ جو محبت، عزت اور خوشی زید رضی اللہ عنہ کو یہاں حاصل ہے وہ اسے اسکے وطن میں نہیں مل سکتی، چنانچہ وہ خوشی خوشی اپنے وطن واپس لوٹ گئے۔ اس وقعہ کے بعد لوگ زید رضی اللہ عنہ کو حضرت محمد ﷺ کا بیٹا کہنے لگے۔

آقا و مولیٰ ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو وہ بلند مقام عطا فرمایا کہ جنگ موتہ میں انہیں اسلامی لشکر کا سپہ سالار بنا دیا اور کئی بزرگ صحابہ نے انکی قیادت میں یہ جنگ لڑی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ اس جنگ میں نہایت شجاعت و بہادری سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ انکی شہادت پر نبی کریم ﷺ کی مبارک آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ (۱۱۱)

رحمتِ عالم ﷺ نے بارہا غلاموں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کی تلقین فرمائی۔

آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے، ''اپنے غلام کو وہی کھلاؤ جو تم کھاتے ہو اور اسے وہی پہناؤ جو تم خود پہنتے ہو۔ جو غلام تمہیں پسند نہ ہو اسے بیچ دو مگر اسے عذاب نہ دو''۔ (۱۱۲)

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے محبت:

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے۔ حضورِ اکرم ﷺ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کے ساتھ ساتھ اپنی محبت وعنایات میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو بھی شریک رکھتے تھے۔ جب کوئی کپڑا تحفہ میں آتا تو اپنے پیارے نواسوں کے ساتھ انہیں بھی پہناتے۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آقا کریم ﷺ مجھے اپنی ایک ران مبارک پر اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو دوسری پر بٹھا کر یہ دعا فرماتے، ''اے اللہ! میں ان دونوں پر رحم کرتا ہوں، تو بھی ان پر رحم فرما''۔ (۱۱۳)

ایک بار حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ جبکہ وہ بہت چھوٹے تھے، گھر کے دروازے پر گر پڑے اور انکی پیشانی سے خون بہنے لگا۔ حضور ﷺ نے خود اپنے دست مبارک سے ان کا خون صاف کیا اور زخم پر اپنا مبارک تھوک لگا دیا جس کی برکت سے زخم ٹھیک ہوگیا۔ (۱۱۴)

حضور ﷺ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے بے حد محبت فرماتے تھے۔ آپ خود انکا منہ اور ناک صاف کرتے، انہیں کپڑے پہناتے اور کبھی کبھی فرطِ محبت سے فرماتے، اگر اسامہ لڑکی ہوتا تو میں اسکو خوب زیور پہناتا اور اسے ایسا سنوار کر رکھتا کہ اسکی خوبصورتی کی دھوم سارے عرب میں مچ جاتی۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آقا کریم ﷺ کے وصال سے قبل انکی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ مبارک مجھ پر رکھے اور اٹھا لیے۔ میں جان گیا کہ آپ نے میرے لیے دعا فرمائی ہے۔ (۱۱۵)

ایک موقع پر حضور ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا، ''اس سے محبت رکھو کیونکہ میں اس سے محبت کرتا ہوں''۔ (۱۱۶)

حضورِ اکرم ﷺ نے دنیا سے پردہ فرمانے سے قبل آپ کو اسلامی لشکر کا سپہ سالار مقرر فرمایا تھا۔ حضور ﷺ کی محبت کے باعث اکابر صحابہ کرام بھی انکا خاص خیال رکھتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں جب صحابہ کرام کے وظیفے مقرر کیے تو اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کا وظیفہ تین ہزار اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا وظیفہ تین ہزار پانچ سو مقرر کیا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی، ابا جان! میں تمام جنگوں میں اسامہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا ہوں اور آپ بھی کسی لڑائی میں اسامہ رضی اللہ عنہ کے والد سے پیچھے نہیں رہے پھر میرا وظیفہ اسامہ سے کم کیوں ہے؟

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، بیٹا! تم ٹھیک کہتے ہو مگر تمہارا وظیفہ اسامہ رضی اللہ عنہ سے اسلیے کم ہے کہ رسول اللہ ﷺ اسامہ کو تم سے زیادہ اور اسامہ کے والد کو تمہارے والد سے زیادہ محبوب رکھتے تھے۔ پس میں نے آقا و مولیٰ ﷺ کی محبت کو اپنی محبت پر ترجیح دی ہے۔ (۱۱۷)

حضور ﷺ کی اپنے خادم سے محبت:

آقائے دوجہاں ﷺ کے خاص خادموں میں تین صحابہ کرام نمایاں مقام رکھتے ہیں۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ بارگاہِ نبوی کے مؤذن بھی ہیں اور عاشقِ صادق بھی۔ راہِ حق میں بیشمار تکالیف دی گئیں مگر حق کا دامن نہ چھوڑا۔ جب سے آزاد ہوئے حضورِ اکرم ﷺ کی خدمت میں رہے۔ بازار سے سودا سلف لانا، قرض لینا اور ادا کرنا، مہمانوں کے کھانے پینے کا انتظام اور دیگر مالی امور آپ ہی کے ذمہ تھے۔ (۱۱۸)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ چھٹے نمبر پر ایمان لائے، آپ حضور ﷺ کے رازدار خادم تھے۔ سفر میں حضور ﷺ کی مسواک اور وضو کا اہتمام آپ کے سپرد تھا۔ جب آقا ﷺ کسی جگہ جلوہ افروز ہوتے تو آپ آقا کریم ﷺ کی نعلین پاک اٹھا کر اپنی بغل میں رکھ لیتے اور جب حضور ﷺ مجلس سے جانا چاہتے تو یہ نعلین پاک پہناتے۔ سرکارِ دوعالم ﷺ نے آپ کے جنتی ہونے کی گواہی دی۔ صحابہ کرام کہتے ہیں کہ آپ سیرت میں حضور ﷺ کے سب سے زیادہ مشابہ ہیں۔ (۱۱۹)

حضور ﷺ نے فرمایا، قرآن مجید کا علم چار صحابہ سے سیکھو۔ پھر آپ نے سب سے پہلے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا نام لیا۔ (۱۲۰) آپ فقہاء صحابہ میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ جلیل القدر تابعی امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی فقہ حنفی آپ ہی کی روایت کردہ

احادیث پر مشتمل ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بھی بارگاہِ نبوی کے خاص خادم تھے۔ وضو کا پانی لانا اور گھر کے تمام چھوٹے کام کرنا نیز آقا کریم ﷺ کے حکم سے لوگوں کے پاس جانا آپ ہی کی ذمہ داری تھی۔ چونکہ آپ بچپن ہی سے حضور ﷺ کی خدمت کرتے رہے اس لیے ہم ان کا ذکر تفصیل سے کریں گے۔

حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا اپنے بیٹے حضرت اُنس رضی اللہ عنہ کولیکر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی، ''یارسول اللہ ﷺ! یہ میرا بیٹا ہے، میں اسے آپ کی خدمت کے لیے لائی ہوں، آپ اسے قبول فرمالیں''۔

حضور ﷺ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے سر پر دستِ شفقت پھیرا اور برکت کی دعا فرمائی۔ اسوقت ان کی عمر نو یا دس سال تھی۔

آپ دن کا اکثر حصہ بارگاہِ نبوی میں حاضر رہتے اور جو خدمت آقا کریم ﷺ فرماتے وہ انجام دیتے۔

نبی کریم ﷺ کی محبت ورحمت اور حسنِ سلوک کی حضرت انس رضی اللہ عنہ یوں گواہی دیتے ہیں کہ ''میں نے دس سال آقا و مولیٰ ﷺ کی خدمت میں گذارے مگر نہ تو کبھی آپ مجھ پر ناراض ہوئے اور نہ کبھی مجھے ڈانٹا بلکہ یہ بھی نہ فرمایا کہ یہ کام تو نے کیوں کیا یا کیوں نہ کیا۔ اگر کبھی میرے ہاتھ سے نقصان بھی ہوگیا تو آپ نے مجھے برا بھلا نہیں کہا''۔ (۱۲۱)

آپ اپنی ایک شرارت کا ذکر یوں کرتے ہیں کہ ایک روز آقا کریم ﷺ نے مجھے ایک کام سے کہیں بھیجا۔ میرے دل میں یہ تھا کہ میں آپ کے حکم کی تعمیل کروں گا مگر زبان سے (شرارت کے طور پر) کہہ دیا کہ میں نہیں جاؤں گا۔ پھر میں باہر نکلا اور بچوں کا کھیل دیکھنے کھڑا ہوگیا۔

اتنے میں نبی کریم ﷺ وہاں تشریف لے آئے اور آپ نے پیچھے سے میرے سر کے بال پکڑ لیے۔ جب میں نے آپکی طرف دیکھا تو آپ کو ہنستا ہوا پایا۔ آپ ﷺ نہ تو غصہ ہوئے اور نہ ناراض، بلکہ آپ نے مسکراتے ہوئے پیار سے فرمایا، تم وہاں کیوں نہ گئے جہاں میں نے بھیجا تھا؟ میں نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! میں ضرور جاؤں گا، پھر میں وہاں چلا گیا۔ (۱۲۲)

آقا و مولیٰ ﷺ کبھی کبھی خوش طبعی کے طور پر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرماتے، ''اے دو کانوں والے!''۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے چھوٹے بھائی ابوعمیر رضی اللہ عنہ کے پاس بلبل کا بچہ تھا جو مر گیا۔ انہیں اسکا بہت رنج ہوا۔ حضور ﷺ نے اسکی اداسی دور کرنے کے لیے خوش طبعی کے طور پر فرمایا، یَا اَبَا عُمَیْرَ مَا فَعَلَ النُّغَیْرَ؟ یعنی اے ابوعمیر تمہارے بلبل کو کیا ہوا؟ یہ بات سن کر ابوعمیر اپنا غم بھول کر بے اختیار ہنس پڑے۔ (۱۲۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کو آقا و مولیٰ ﷺ سے اس قدر زیادہ محبت تھی کہ آپ عمر کے آخری حصے میں جب حضور ﷺ کا ذکر فرماتے تو آپ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو جاتے اور آواز بھرّا جاتی۔ ایک مرتبہ جب حضور ﷺ کا ذکر کرتے ہوئے آپکی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تو فرمایا، حشر کے دن جب آقا ﷺ کی زیارت نصیب ہوگی تو عرض کروں گا، ''میرے آقا! آپ کا ادنیٰ غلام انس حاضر ہے''۔

ایک بار آقا کریم ﷺ نے انکے لیے دعا فرمائی، ''اے اللہ! اسے مال دے اور اسکی عمر میں برکت عطا فرما''۔ اس دعا کی برکت سے آپ بیحد مالدار ہوگئے، کثیر اولاد ہوئی اور آپ نے طویل عمر پائی۔ صحابہ کرام اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کے تبرکات کو

اپنے لیے باعثِ برکت ورحمت سمجھتے تھے۔ جب حضرت انس رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو یہ وصیت فرمائی،

''جب مجھے دفن کرنے لگو تو میرے ساتھ میرے آقا کریم ﷺ کے بال مبارک بھی دفن کر دینا تا کہ مجھے قبر میں بھی انکی برکت نصیب ہو''۔ (۱۲۴)

بچوں کی تعلیم وتربیت:

پچھلے صفحات میں آپ یہ پڑھ چکے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے غلام حضرت زید رضی اللہ عنہ اور اپنے خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایسی بہترین تربیت فرمائی کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے آزاد ہو کر اپنے والد کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ آقا ومولیٰ ﷺ نے مجھے کبھی ڈانٹا نہ مارا، بلکہ پیار ومحبت سے مجھے اچھی باتیں سکھائیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ ایک بار آقا کریم ﷺ نے حکمت بھرے انداز میں مجھے یوں نصیحت فرمائی، ''اے میرے بیٹے! اگر تم سے ہو سکے تو صبح وشام ایسے رہو کہ تمہارے دل میں کسی کی طرف سے کینہ نہ ہو۔ اے میرے بیٹے! یہ میری سنت ہے اور جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا''۔ (۱۲۵)

جب کوئی بچہ غلط کام کرتا تو آقا کریم ﷺ اسے نہایت شفقت ومحبت سے سمجھاتے اور اسکے حق میں دعا بھی فرماتے۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بچپن میں مدینہ شریف کے باغوں میں جایا کرتا اور کھجور کے درختوں پر پتھر مار مار کر کھجوریں گرا کر کھاتا تھا۔ ایک دن باغ کے مالک نے مجھے پکڑ لیا اور حضور ﷺ کی خدمت میں لے گیا۔

آقا ومولیٰ ﷺ نے اسکی شکایت سن کر مجھ سے دریافت فرمایا، تم درختوں پر پتھر کیوں مارتے ہو؟ میں نے عرض کی، کھجوریں کھانے کے لیے۔ آپ نے نرمی سے فرمایا، پتھر مت مارا کرو البتہ جو کھجوریں پک کر نیچے گر جاتی ہیں، انہیں کھا لیا کرو۔ پھر آپ نے محبت سے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے حق میں دعا فرمائی، ''اے اللہ! اس کا پیٹ بھر دے''۔ (۱۲۶)

ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا اپنے بیٹے حذیفہ رضی اللہ عنہ کو باقاعدگی سے حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا کرتی تھیں۔ ایک بار حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ چند روز تک خدمت میں حاضر نہ ہوئے۔ انہیں علم ہوا تو بہت ناراض ہوئیں اور اپنے بیٹے کو برا بھلا کہا۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے معافی مانگی اور پکا وعدہ کیا کہ اب غیر حاضری نہ ہوگی، میں آقا کریم ﷺ کے پیچھے نمازِ مغرب پڑھوں گا اور اپنے اور آپکے لیے مغفرت کی دعا کراؤں گا۔ یہ کہہ کر وہ بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے اور نماز پڑھ کر حضور ﷺ کے پیچھے چل پڑے۔

آپ ﷺ نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو فرمایا، ''کون؟ حذیفہ'' عرض کی، ''جی ہاں یا رسول اللہ ﷺ!'' آقا ومولیٰ ﷺ نے فرمایا، ''اللہ تعالیٰ تیری اور تیری ماں کی مغفرت کرے''۔ (۱۲۷)

قابلِ غور بات یہ ہے کہ جو بات حذیفہ نے گھر میں والدہ سے کہی تھی، غیب جاننے والے آقا ﷺ نے انکے کہے بغیر وہ دعا فرما دی۔ اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ پوشیدہ باتوں کا علم رکھتے تھے۔

سرکارِ دوعالم ﷺ بچوں کی تربیت کا خاص اہتمام فرماتے تھے۔ آپ بچوں کو سلام کرنے میں پہل کیا کرتے (۱۲۸) تا کہ انہیں سلام میں پہل کرنے کی عادت ہو جائے۔ آپ نے بچوں کو تلقین فرمائی کہ وہ بڑوں کو سلام کرنے میں پہل کیا کریں۔ اس کا ثواب بھی زیادہ ہے اور سلام میں پہل کرنے والا اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہو جاتا ہے۔ (۱۲۹)

آقا ومولیٰ ﷺ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یوں نصیحت فرمائی، ''اے میرے بیٹے! جب تم اپنے گھر والوں کے پاس جایا کرو تو

انہیں سلام کیا کرو۔ یہ تمہارے لیے بھی برکت کا باعث ہوگا اور تمہارے گھر والوں کے لیے بھی"۔(۱۳۰)

نبی کریم ﷺ کو جھوٹ سخت ناپسند تھا۔ آپ فرماتے کہ بچوں سے مذاق میں بھی جھوٹ نہیں بولنا چاہیے تاکہ وہ بچپن ہی سے جھوٹ سے دور رہیں۔ کمسن عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک بار میری ماں نے مجھے کہا، یہاں آؤ، تمہیں ایک چیز دوں گی۔ حضور ﷺ پاس موجود تھے۔ آپ نے فرمایا، اسے کیا چیز دوگی؟ میری ماں نے عرض کی، اسے کھجور دوں گی۔ حضور ﷺ نے فرمایا، اگر تم اسے کچھ نہ دیتیں تو تمہارے ذمہ جھوٹ لکھا جاتا۔(۱۳۱)

آپ دسترخوان پر بچوں کو ساتھ بٹھاتے اور انہیں کھانے پینے کے آداب سکھاتے۔ اگر کوئی بسم اللہ پڑھے بغیر کھانا شروع کر دیتا تو آپ نرمی سے فرماتے، بسم اللہ پڑھ کر کھانا کھاؤ۔ اسی طرح اگر کوئی بچہ دوسرے کے سامنے سے کھانے لگتا تو آپ اسے پیار سے فرماتے، بیٹا! کھانا اپنے سامنے سے کھانا چاہیے۔ حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں بچہ تھا اور حضور ﷺ کی نگرانی میں پرورش پا رہا تھا۔ ایک دن دسترخوان پر اپنے آگے سے کھانے کی بجائے میں اپنا ہاتھ دوسرے پیالے کی طرف بڑھانے لگا تو حضور ﷺ نے فرمایا، بسم اللہ پڑھو اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔(۱۳۲)

آپ ﷺ نے کھانے کے آداب یہ سکھائے کہ کھانے سے پہلے دونوں ہاتھ دھوئیں پھر بسم اللہ پڑھ کر دائیں ہاتھ سے اپنے سامنے سے کھانا کھائیں۔ کھانے کے بعد دعا پڑھ کر ہاتھ دھو لیے جائیں اور انہیں رومال یا تولیے سے خشک کر لیا جائے۔ آپ پینے سے قبل بسم اللہ پڑھتے اور پینے کے بعد الحمدُ للہ فرماتے اور تین سانس میں پیتے۔ آپ نے کھڑے ہو کر کھانے پینے سے بھی منع فرمایا ہے۔(۱۳۳)

نبی کریم ﷺ جب کسی کے گھر تشریف لے جاتے تو دروازے کے سامنے نہ کھڑے ہوتے بلکہ دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہوتے اور اجازت لے کر اندر جاتے۔ آپ نے اپنے پروانوں کی بھی عملی تربیت فرمائی چنانچہ جب کوئی بغیر اجازت گھر میں داخل ہو جاتا تو آپ ﷺ اسے پیار بھرے لہجے میں فرماتے، تم دوبارہ گھر سے باہر جاؤ، السلام علیکم کہو اور پھر اجازت لیکر اندر آؤ۔(۱۳۴)

حضور ﷺ ظاہری صفائی کا بھی بیحد اہتمام فرماتے اور لوگوں کو بھی اس کی تلقین فرماتے۔ آپ لباس و جسم کی صفائی، مسواک کے ذریعے منہ اور دانتوں کی صفائی اور الجھے ہوئے بالوں کی صورت میں کنگھی کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔ آپ کا ارشادِ گرامی ہے، "صفائی نصف ایمان ہے"۔(۱۳۵)

ایک اور حدیث پاک میں پاکیزگی اور نماز دونوں کی اہمیت یوں بیان فرمائی گئی، "جنت کی چابی نماز ہے اور نماز کی چابی طہارت ہے"۔(۱۳۶)

بچوں کی تربیت میں سختی کرنا:

دین کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور اولاد کو دین سکھانا والدین کی اوّلین ذمہ داری ہے۔

ایک بار بہت چھوٹی عمر میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور منہ میں ڈال لی۔ نبی کریم ﷺ نے دیکھا تو فرمایا، تھوک دو! منہ سے نکال کر پھینک دو۔ پھر فرمایا، بیٹا! ہم صدقہ نہیں کھاتے۔(۱۳۷)

اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ والدین پر واجب ہوتا ہے کہ وہ اپنی اولاد کو غیر شرعی کاموں سے روکیں۔(۱۳۸)

آقا و مولیٰ ﷺ بچوں کو خود بھی وضو اور نماز سکھاتے اور اپنے صحابہ کرام کو بھی اس کی تلقین فرماتے۔

آپ ﷺ کا فرمانِ عالیشان ہے، ''جب بچے سات سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز پڑھنے کا حکم دو اور جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو ان کے بستر علیحدہ کر دو اور اگر وہ اس عمر میں نماز سے غفلت کریں تو ان پر سختی کرو''۔(۱۳۹)

اس سے معلوم ہوا کہ اولاد جب سمجھ دار ہو جائے تو اس کی دینی تربیت میں مناسب سختی کرنا ضروری ہے اور یہ بھی اولاد سے محبت ہی کا ایک اہم تقاضا ہے کہ انہیں دوزخ کی آگ سے بچایا جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، ''اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ''۔(۱۴۰) یعنی اپنے گھر والوں کو تمام برے کاموں سے بچانا اور دینی احکام پر عمل کروانا ہر مومن کی شرعی ذمہ داری ہے۔

اسی لیے آقا کریم ﷺ نے صحابہ کرام کو یہ نصیحت فرمائی کہ ''تم اپنے گھر والوں کی تربیت میں اپنی چھڑی ان سے نہ ہٹانا یعنی مناسب سختی کرتے رہنا''۔(۱۴۱)

دین سکھانے میں حکمت و دانائی سے کام لینا چاہیے۔ جہاں پیار محبت سے کام چلے وہاں سختی مناسب نہیں اور جہاں نگاہوں کی تیزی اصلاح کے لیے کافی ہو وہاں مار پیٹ روا نہیں۔

رسولِ معظم ﷺ کا ارشاد ہے، تین لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام فرما دی ہے۔ اول: شراب کا عادی، دوم: والدین کا نافرمان اور سوم: وہ بے حیا جو اپنے گھر میں بے حیائی اور بے غیرتی کے کام ہونے دے۔(۱۴۲)

اس حدیث پاک سے واضح ہے کہ جو لوگ اپنی اولاد کی دینی تربیت سے غافل ہونگے اور بے حیائی کے کاموں سے اپنی اولاد کو نہیں روکیں گے وہ جنت سے محروم کر دیے جائیں گے جبکہ انکی اولاد بھی اپنے گناہوں کے باعث عذاب میں مبتلا ہوگی۔ لہٰذا اگر والدین کو اپنی اولاد سے سچی محبت ہے تو انہیں چاہیے کہ وہ اپنی اولاد کو بے حیائی اور بے پردگی سے روکیں اور اپنے گھر کا ماحول اسلامی بنائیں۔

ایک خاتون جب باریک لباس پہن کر آقا کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ نے چہرہ اقدس پھیر لیا اور فرمایا، ''جب لڑکی بالغ ہو جائے تو سوائے چہرے اور ہتھیلیوں کے جسم کا کوئی حصہ نظر نہیں آنا چاہیے''۔(۱۴۳)

لڑکیوں کے بالغ ہونے کی ابتدائی عمر نو سال ہے گویا اس عمر سے لڑکیوں کو بے پردگی سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

ایک اور حدیث شریف میں ارشادِ نبوی ہے، ''نامحرم کو دیکھنے والے پر اور جسے دیکھا جائے جبکہ وہ قصداً خود کو دکھائے، ان دونوں پر اللہ کی لعنت ہے''۔(۱۴۴)

بچوں کو مستقبل کا معمار کہا جاتا ہے لہٰذا ایک مثالی اسلامی معاشرہ تشکیل دینے کے لیے ضروری ہے کہ بچے دینی تعلیم حاصل کریں اور پھر اسلامی اصولوں پر عمل کر کے اسلامی معاشرہ کے قیام میں بھرپور کردار ادا کریں۔

آقا و مولیٰ ﷺ کے زیرِ تربیت بچوں نے کیا کارہائے نمایاں انجام دیے، اس حوالے سے چند واقعات پیشِ خدمت ہیں۔

دو کم عمر مجاہد:

حضور ﷺ بچوں سے بے حد محبت کرتے اور بچے بھی اپنے آقا نبی کریم ﷺ سے بہت محبت کرتے تھے۔ جو حضور ﷺ سے محبت کرتا،

اپنے آقا و مولیٰ نبی کریم ﷺ سے بہت محبت کرتے تھے۔ جو حضور ﷺ سے محبت کرتا، وہ بچوں کا محبوب ہو جاتا اور جو حضور ﷺ کو تکلیف دیتا، بچے اس سے شدید نفرت کرتے۔

اس کی واضح مثال دو مجاہد بچے معاذ بن عمرو رضی اللہ عنہ اور معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ ہمیں آقا کریم ﷺ کے دشمن ابو جہل سے شدید نفرت تھی اور ہم نے سنا تھا کہ اسے قتل کرنا مشکل ہے کیونکہ وہ محافظوں کے درمیان رہتا ہے مگر ہم نے اس کے قتل کا ارادہ کر لیا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر کے میدان میں مجھ سے ان کم عمر مجاہدوں نے پوچھا، چچا جان! کیا آپ ابو جہل کو پہچانتے ہیں؟ میں نے کہا، ہاں مگر تمہیں اس سے کیا کام ہے؟ انہوں نے جواب دیا، ''وہ ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ کی برائی کرتا ہے۔ خدا کی قسم! اگر وہ ہمیں مل جائے تو یا وہ زندہ رہے گا، یا ہم''۔

اتنے میں ابو جہل گھوڑے پر سوار نظر آیا۔ میں نے کہا، وہ ابو جہل ہے۔ وہ دونوں مجاہد بچے بجلی کی طرح اسکی طرف لپکے اور تلوار سے اتنے وار کیے کہ ابو جہل زخمی ہو کر نیچے گر گیا۔ پھر معوذ رضی اللہ عنہ نے ایسا وار کیا کہ وہ ملنے جلنے کے قابل نہ رہا۔ انہوں نے اسے قتل نہ کیا تاکہ وہ تڑپ تڑپ کر جان دے۔ آخر کار عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسکا سر تن سے جدا کر دیا۔

کم عمر مجاہد حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

جب میں نے ابو جہل پر حملہ کیا تو اسکے بیٹے عکرمہ نے جو اسوقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، میرے کندھے پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ میرا بازو کٹ کر جسم کے ساتھ لٹک گیا مگر میں نے اسی حالت میں جنگ جاری رکھی۔ چونکہ یہ کٹا ہوا بازو تلوار چلانے میں رکاوٹ بن رہا تھا اس لیے میں نے اس کو پاؤں کے نیچے دبا کر زور سے کھینچا تو وہ بازو جسم سے الگ ہو گیا۔ میں نے اسے پھینک دیا اور ایک ہاتھ سے لڑتا رہا۔ (۱۴۵)

بچوں میں جہاد کا شوق:

یہ حقیقت ہے کہ کافر جتنی محبت زندگی سے کرتے ہیں اس سے کہیں زیادہ مومن راہِ حق میں شہادت کو محبوب رکھتے ہیں۔ جب نبی کریم ﷺ جہاد کا اعلان فرماتے تو بڑوں کے ساتھ بچوں کی بھی بڑی تعداد کافروں سے لڑنے کے لیے وہاں پہنچ جاتی۔ جب آقا و مولیٰ ﷺ لشکر کا معائنہ فرماتے تو کم عمر بچوں کو واپس بھیج دیتے۔

مسلمانوں کا پہلا معرکہ بدر کے مقام پر ہوا۔ اس لڑائی میں شرکت کا شوق اور شہادت کی تمنا لے کر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بارگاہِ نبوی میں پہنچے تو کم عمر ہونے کی وجہ سے آقا کریم ﷺ نے انہیں واپس لوٹا دیا۔ یہ دونوں بہت افسردہ ہوئے کہ ہم جہاد فی سبیلِ اللہ کی سعادت سے محروم رہ گئے۔ یہ اتنے کم عمر تھے کہ جب ایک سال بعد غزوہ احد کا موقع آیا تو یہ دونوں کمسن مجاہد پھر شوقِ شہادت لے کر بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے لیکن کم عمر ہونے کے باعث انہیں اس بار بھی اجازت نہ ملی۔

غزوہ احد میں انکے علاوہ جن کمسن لڑکوں نے اپنے آپ کو جہاد کے لیے بارگاہِ رسالت میں پیش کیا ان میں زید بن ثابت، اسامہ بن زید، ابو سعید خُدری، عرابۃ بن اوس، زید بن ارقم، عمرو بن حزم رافع بن خدیج، اسید بن ظہیر اور سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہم زیادہ نمایاں ہیں۔ ان سب صحابہ کرام کی عمریں تیرہ چودہ سال کے لگ بھگ ہونگی۔ رسول کریم ﷺ نے انہیں جہاد میں شریک ہونے کی اجازت نہیں دی اور واپس فرما دیا۔

جب رافع بن خدیج رضی اللہ عنہما کو واپسی کا حکم دیا گیا تو ان کے والد حضرت خدیج رضی اللہ عنہ نے انکی سفارش کرتے ہوئے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! میرا لڑکا بہت اچھی طرح تیر چلا سکتا ہے اس لیے اسے جہاد میں شرکت کی اجازت دی جائے۔ جب آقا و مولیٰ ﷺ نے رافع رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا تو وہ پنجوں کے بل کھڑے ہو گئے تاکہ انکا قد اونچا نظر آئے اور انہیں جہاد میں شرکت کی اجازت مل جائے۔ حضور ﷺ نے انہیں اجازت دے دی۔

جب جنگ سے واپس کیے جانے والے سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کو اس بات کی خبر ہوئی تو انہوں نے اپنے والد سے کہا، آقا ﷺ نے رافع کو اجازت دیدی ہے تو پھر مجھے بھی ملنی چاہیے کیونکہ میں اس سے طاقتور ہوں۔ اگر ہماری کشتی کرائی جائے تو میں اسے پچھاڑ لوں گا۔ چنانچہ حضور ﷺ نے دونوں کی کشتی کرائی اور سمرہ نے رافع کو گرا دیا۔ اس پر سمرہ رضی اللہ عنہ کو بھی جہاد میں شریک ہونے کی اجازت مل گئی۔ اسی طرح بعض اور لڑکوں نے بھی جہاد میں شرکت کی اجازت حاصل کر لی۔ (۱۴۶)

شوقِ شہادت اور آنسو:

آپ شاید یہ پڑھ کر حیران ہوں گے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک ننھے مجاہد کے جذبہ کی سچائی اور آنسوؤں کی وجہ سے انہیں جہاد میں شرکت کی اجازت عطا فرمائی جبکہ وہ اتنے چھوٹے تھے کہ ان کے قد سے تلوار زیادہ بڑی تھی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بدر کی جنگ کے لیے لشکر تیار کیا جا رہا تھا تو میں نے اپنے چھوٹے بھائی عمیر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ اِدھر اُدھر چھپتے پھر رہے ہیں۔ مجھے حیرانی ہوئی اور میں نے ان سے پوچھا، تم اس طرح چھپتے کیوں پھر رہے ہو؟ وہ بولے، بھائی جان! میں بھی جہاد میں شریک ہونا چاہتا ہوں۔ میری خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے شہادت کی نعمت عطا فرما دے۔ لیکن مجھے ڈر ہے کہ اگر آقا ﷺ نے مجھے دیکھ لیا تو چھوٹا سمجھ کر جہاد میں جانے سے منع فرما دیں گے اسلیے انکی نظروں سے بچنے کی کوشش کر رہا ہوں۔

نبی کریم ﷺ نے جب لشکر کا معائنہ فرمایا تو کمسن عمیر کو منع فرما دیا۔ اس پر عمیر رضی اللہ عنہ شدتِ شوق کے باعث زار و قطار رونے لگے۔ انکے جوشِ جہاد، شوقِ شہادت اور آنسو بہانے کا حال دیکھ کر آقا کریم ﷺ پر بہت اثر ہوا اور آپ نے انہیں جہاد میں حصہ لینے کی اجازت دیدی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ چھوٹے تھے اور انکی تلوار بڑی تھی اور انہیں صحیح طرح تلوار لٹکانا بھی نہیں آتی تھی۔ انکا جذبہ سچا تھا اس لیے وہ جہاد میں بھی شریک ہوئے اور شہادت کی نعمت بھی پائی۔ (۱۴۷)

اسی طرح ایک غلام کا واقعہ ہے جنہیں کم عمر ہونے کی وجہ سے جہاد میں حصہ لینے کی اجازت نہیں ملی تو انہوں نے اپنے سرداروں سے سفارش کروائی۔ نبی کریم ﷺ نے جہاد میں شرکت کی اجازت بھی دی اور ایک تلوار بھی عطا فرمائی۔

ان کمسن صحابی کا نام بھی عمیر رضی اللہ عنہ تھا۔ چونکہ ان کا قد چھوٹا تھا اور تلوار بڑی، اس لیے انہوں نے تلوار اپنے گلے میں لٹکا لی۔ اس کے باوجود جب یہ چلنے لگے تو تلوار زمین پر گھسٹتی جاتی تھی۔ اسی حال میں انہوں نے خیبر کی جنگ میں شرکت کی اور غازی ہوئے۔ (۱۴۸)

سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی بہادری:

مدینہ طیبہ سے کچھ فاصلے پر نبی کریم ﷺ کے اونٹ چرا کرتے تھے۔ ایک دن کافروں نے حملہ کر کے انکے نگہبان کو شہید کر دیا

اور اونٹ لے کر چل دیے۔ اتفاق سے اسوقت حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ تیر کمان لیے ہوئے پیدل اسی سمت جا رہے تھے کہ انکی نظر لٹیروں پر پڑ گئی۔ آپ کی عمر بارہ یا تیرہ سال تھی، تیز دوڑنے میں کوئی آپ کا ثانی نہیں تھا اور آپ بہترین تیرانداز بھی تھے۔

آپ نے فوراً قریبی پہاڑی پر چڑھ کر مدینہ منورہ کی طرف منہ کر کے اس سانحہ کا اعلان کیا اور خود تیر کمان لے کر کافروں کی طرف دوڑنے لگے۔ مشہور تھا کہ "سلمہ دوڑ کر گھوڑے کو پکڑ سکتے ہیں"۔ کافر سب مسلح اور گھوڑوں پر سوار تھے۔ آپ دوڑ کر انکے قریب پہنچ گئے اور تیر مارنے شروع کیے۔ آپ نے اتنی تیزی سے تیر برسائے کہ وہ یہ سمجھے، کوئی بڑا مجمع پیچھے آ گیا ہے اسلیے وہ مقابلے کے لیے نہیں رکے۔ آپ تیر برسا کر درختوں کے پیچھے ہو جاتے اسطرح وہ بھاگتے رہے اور آپ پیچھا کرتے رہے حتیٰ کہ وہ حضور ﷺ کے اونٹ بھی چھوڑ گئے اور ساتھ ہی تیس نیزے اور اتنی ہی چادریں بھی۔

اتنے میں کافروں کا ایک گروہ انکی مدد کے لیے پہنچ گیا اور انہوں نے جان لیا کہ سلمہ رضی اللہ عنہ اکیلے ہیں۔ چنانچہ وہ واپس پلٹ آئے اور آپ کا پیچھا کرنے لگے۔ آپ پہاڑ پر چڑھ گئے تو وہ بھی پہاڑ پر چڑھنے لگے۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بلند آواز سے کہا، ٹھہرو! پہلے میری بات سنو۔ تم جانتے ہو میں کون ہوں؟ انہوں نے کہا، بتا تو کون ہے؟ میں نے کہا، "میں سلمہ ابن الاکوع ہوں۔ اُس ذاتِ اقدس کی قسم جس نے حضرت محمد ﷺ کو عزت دی، تم میں سے اگر کوئی مجھے پکڑنا چاہے تو نہیں پکڑ سکتا اور میں تم میں سے جس کو پکڑنا چاہوں وہ مجھ سے ہرگز نہیں بچ سکتا"۔

آپ فرماتے ہیں کہ میں نے اسی طرح ان کو بات چیت میں الجھائے رکھا تاکہ مدینہ طیبہ سے میری مدد پہنچ جائے۔ یہاںتک کہ کچھ ہی دیر میں مدینہ منورہ کی طرف سے گھڑ سوار آتے دکھائی دیے اور انہوں نے آتے ہی کافروں پر حملہ کر دیا۔ ایک صحابی شہید ہوئے جبکہ کئی کافر مارے گئے۔ (۱۴۹)

اتنی سی عمر میں اس قدر جرات و بہادری کا مظاہرہ بلاشبہ سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کا بے مثال کارنامہ ہے۔

کم عمر پہرے دار:

غزوہ احد کے موقع پر کافر زبردست تیاری کے ساتھ آئے تھے اور انکے لشکر نے مدینہ شریف کے قریب پہنچ کر پڑاؤ ڈالا۔ جنگ سے پہلے والی رات حملے کا بہت خطرہ تھا۔ جب رات ہوئی تو حضور ﷺ نے پچاس مجاہدوں کو لشکر کی حفاظت پر مامور کیا اور پھر فرمایا، آج رات میرے خیمے پر کون پہرا دے گا؟

اندھیرے میں ایک نوجوان کھڑا ہوا اور کہنے لگا، یارسول اللہ ﷺ! میں پہرا دوں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا، تمہارا نام کیا ہے؟ وہ بولا، زکوان۔ آپ نے فرمایا، تم بیٹھ جاؤ۔ پھر دریافت فرمایا، آج کی رات میرے خیمے کی حفاظت کون کرے گا؟ اس پر ایک صاحب کھڑے ہوئے، یارسول اللہ ﷺ! میں حاضر ہوں۔ چونکہ اندھیرا تھا اس لیے حضور ﷺ نے نام پوچھا تو جواب ملا، ابوسبع (سبع کا باپ)۔ آپ نے فرمایا، بیٹھ جاؤ۔

پھر تیسری بار آقا و مولیٰ ﷺ نے فرمایا، اس کام کے لیے کون تیار ہے؟ ایک صاحب کھڑے ہوئے، میں یہ فریضہ انجام دوں گا۔ آپ نے نام دریافت کیا تو آواز آئی، ابن عبدالقیس (عبد قیس کا بیٹا)۔ آپ نے فرمایا، تم بھی بیٹھ جاؤ۔

پھر حضور ﷺ نے حکم دیا کہ تینوں آدمی آ جائیں۔ تھوڑی دیر بعد دیکھا کہ ایک نوجوان سامنے موجود ہے۔ آپ نے فرمایا، تمہارے دوسرے ساتھ کہاں ہیں؟ اس نے عرض کی، میرے آقا ﷺ! تینوں بار میں ہی اٹھا تھا۔ حضور ﷺ نے اسے دعا دی اور

اور پہرے دار مقرر فرمایا۔ یہ کم عمر مجاہد ساری رات آقا کریم ﷺ کے خیمے کے گرد پہرہ دیتے رہے۔(۱۵۰)

شہداء کے بہادر بیٹے:

نبی کریم ﷺ جب احد کی لڑائی کے بعد مدینہ منورہ پہنچے تو خبر ملی کہ کافر ایک اور حملہ کا ارادہ کر رہے ہیں۔ مسلمان فوراً تیار ہوگئے اگرچہ اسوقت بہت تھکے ہوئے تھے۔ آپ نے اعلان فرمایا، صرف وہی لوگ ساتھ چلیں جو احد میں ساتھ تھے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے آپ کی خدمت میں عرض کی، میرے آقا ﷺ! احد کی جنگ میں شرکت کی میری بھی تمنا تھی لیکن میرے والد نے مجھے یہ کہہ کر اجازت نہیں دی کہ تمہاری سات بہنیں ہیں اور یہاں ایک مرد کا ہونا ضروری ہے۔ یارسول اللہ ﷺ! اب چونکہ وہ غزوہ اُحد میں شہید ہو چکے ہیں اس لیے انکی جگہ مجھے ساتھ جانے کی اجازت دی جائے۔ حضور ﷺ نے انہیں اجازت عطا فرما دی۔(۱۵۱)

غور فرمائیں کہ باپ ابھی شہید ہوا ہے اور سات بہنوں کی کفالت اب انہی کے ذمہ ہے پھر بھی آقا و مولیٰ ﷺ پر جان نثار کرنے کا جذبہ ہے جو ہر جذبہ پر غالب ہے۔

اسی طرح جنگِ احد میں حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ شہید ہوگئے۔ انکے بیٹے ابوسعید خُدری رضی اللہ عنہ کو بھی کم عمر ہونے کے باعث جہاد میں شرکت کی اجازت نہیں ملی تھی۔ چونکہ انکی کوئی جائیداد نہیں تھی اس لیے انکے بیٹے اور اہلیہ سخت تنگدستی میں مبتلا ہوگئے۔ انکی اہلیہ نے ایک دن اپنے بیٹے سے کہا، تم بارگاہِ نبوی میں جا کر حضور ﷺ سے کچھ مال کا سوال کرو۔

یہ جب حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے انہیں دیکھ کر ارشاد فرمایا، ''جو اللہ تعالیٰ سے صبر مانگتا ہے اسے صبر ملتا ہے اور جو پارسائی مانگتا ہے اسے پارسائی ملتی ہے اور جو غنا چاہتا ہے اسے غنی بنا دیا جاتا ہے''۔

یہ سن کر سخت مالی تنگی اور شدید ضرورت کے باوجود تیرہ سالہ یتیم ابوسعید رضی اللہ عنہ آقا کریم ﷺ کی خدمت میں اپنی پریشانی ظاہر کیے بغیر گھر آجاتے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ نے اس صبر کا ابوسعید رضی اللہ عنہ کو یہ انعام دیا کہ انکی تنگی مال و دولت کی فراوانی میں بدل گئی اور وہ دنیائے علم و فضل کے درخشاں ستارے بن گئے۔(۱۵۲)

جان ہے عشقِ مصطفیٰ ﷺ:

اس کتاب کا خلاصہ یہی ہے کہ آقا و مولیٰ ﷺ کی محبت ایمان کی روح اور دین کی اصل ہے اور محبت کا اہم ترین تقاضا یہ ہے کہ محبوب کریم ﷺ کی اطاعت کی جائے۔

آقا کریم ﷺ کا فرمانِ عالیشان ہے، ''تم میں سے کوئی بھی مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اسے اسکے والدین، اسکی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں''۔(۱۵۲)

ایک شخص نے بارگاہِ نبوی میں عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! قیامت کب آئے گی؟ فرمایا، یہ بتا کہ تو نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے عرض کی، میرے آقا! میں نے نہ بہت سی نمازیں جمع کی ہیں اور نہ روزے اور نہ ہی صدقات لیکن اتنا ضرور ہے کہ میں اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا، ''پھر تو قیامت میں انہی کے ساتھ ہوگا جن سے محبت رکھتا ہے''۔(۱۵۳)

آقا و مولیٰ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے، ''تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہشات میرے لائے ہوئے دین کے تابع نہ ہو جائیں''۔ (۱۵۴)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے پیارے حبیب لبیب نبی کریم رؤف ورحیم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کے صدقے و طفیل ہم سب کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے دلوں کو عشقِ مصطفیٰ ﷺ کی روشنی سے منور فرمائے۔ آمین

﴿صَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاٰلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

صَلٰوةً وَّسَلَامًا عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ـ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

